آتش بازی

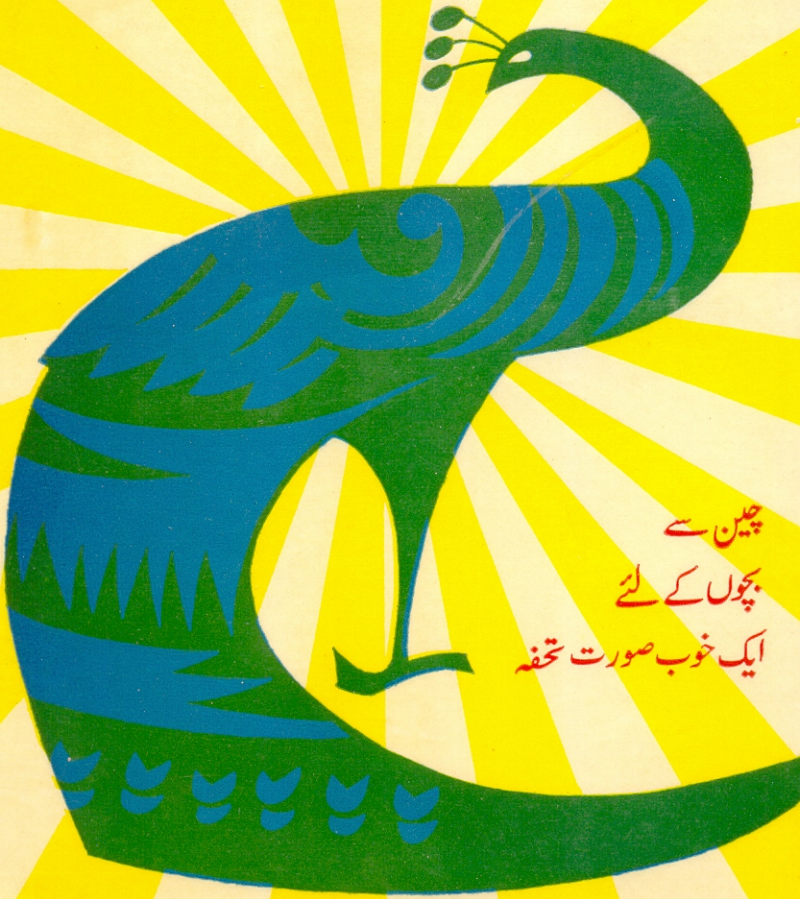

چین سے
بچوں کے لئے
ایک خوب صورت تحفہ

سلسلۂ کتب — — "ققنس"

غیر ملکی زبانوں کا اشاعت گھر
پیکنگ

پہلا ایڈیشن ۱۹۸۷ء

مترجم: احفاظ الرحمٰن

مطبوعہ عوامی جمہوریہ چین

فہرست

چار موسم کیسے وجود میں آئے

یان ون چینگ ۱

ننھی بطخوں نے تیرنا سیکھا

چن چن ۱۱

دو ننھی ابابیلوں کی دس ہزار میل لمبی پرواز

چھین چاؤ یانگ ۲۰

بلا، جو اڑنا چاہتا تھا

چھن پو چھوئی ۴۳

مالیانگ اور طلسمی موقلم

ہونگ شیون تھاؤ ۹۰

آتش بازی
چونگ زی مانگ ۱۰۲
جنگلی انگور
کہہ چھوئی لین ۱۱۸
باب اژدر کی مہم
چن چن ۱۳۲
مچھلی اور شکاری پرندہ
ہوچھی ۱۴۴
ڈریگن شہزادی
چھن وی چیون ۱۴۷
مرغابیاں اور بطخیں
چھین مو ۱۶۷

یان ون چینگ

چار موسم کیسے وجود میں آئے

کہا جاتا ہے کہ بہت پہلے دنیا کے اس حصے میں صرف دو موسم ہوتے تھے' ایک سرما اور دوسرا گرما۔ دونوں باری باری لوگوں پر حکومت کرتے تھے۔

سرما ایک سرد مہر بوڑھا آدمی تھا جس کے سر اور داڑھی کے بال برف کی قلموں سے بنے تھے۔ ضعیف ہونے کے باوجود اس کے اندر بہت طاقت تھی۔ اس کی باری کے دوران دسمبر سے جون تک کڑاکے کی سردی پڑتی تھی اور لوگ اس کے اثرات سے نڈھال اور بے چین ہو جاتے تھے۔

دوسری طرف گرما ایک لا ابالی سا نوجوان تھا جس کا چہرہ ہر وقت سرخ رہتا تھا اور اس کے بالوں کی رنگت بھی سرخ تھی۔ وہ بہت طاقت ور تھا' اور یہ بات سب کو معلوم تھی کہ وہ ایک غصیلا اور تند خو آدمی ہے۔ وہ ہر سال جون سے دسمبر کے اختتام تک اپنے منہ سے لوگوں پر گرم ہوا چھوڑتا تھا۔ اس طرح ہر شخص کا جسم پسینے سے بھیگ جاتا اور وہ ہر وقت بے چین اور بے کل نظر آتا۔

اس کے باوجود گرما اور سرما اپنے تئیں بہت خوش تھے۔ لیکن جب ان دونوں کا آمنا سامنا ہوتا تو ان کے درمیان لڑائی جھگڑا ضرور ہوتا۔ ایسے مواقع پر آسمان پر بجلی کڑکنے لگتی' بادل زور زور سے گرجتے اور ژالہ باری شروع ہو جاتی' اور لوگوں کو دوڑ کر چٹانوں کے نیچے یا غاروں کے اندر پناہ لینی پڑتی۔

ہر سال جون اور دسمبر میں ان کی ملاقات ہوتی تھی اور وہ اس وقت تک لڑتے رہتے تھے جب تک کہ ان میں سے کوئی ایک پٹتے پٹتے گھٹنے نہ ٹیک دیتا۔ تاہم انہیں باری باری شکست یا فتح حاصل ہوتی تھی' اس لئے پہلی ششماہی میں موسم بہت سرد اور دوسری ششماہی میں بہت گرم رہتا تھا۔ لوگ ایسے میں کیا کر سکتے تھے؟ وہ کوئی کام نہیں کر پاتے تھے حتیٰ کہ اپنی فصل بھی نہیں کاٹ پاتے تھے۔ وہ ہر وقت آہیں بھرنے پر مجبور تھے۔

سرما کی ایک بیٹی تھی جس کا نام بہار تھا' اور گرما کی ایک چھوٹی بہن تھی جس کا نام خزاں تھا۔ سرما اور گرما کے برعکس دونوں لڑکیاں رحم دل اور نرم مزاج تھیں۔ وہ دونوں ایک دوسری کی بہت اچھی دوست تھیں' اور اکثر آپس میں باتیں کرتی تھیں اور کھیلا کرتی تھیں۔ وہ سرما اور گرما کی حرکتوں سے ناخوش تھیں اور لوگوں سے ہم دردی رکھتی تھیں۔

ایک دن دونوں لڑکیاں چہل قدمی کے لئے باہر نکلیں۔

بہار نے خزاں سے کہا' "بہن' ہمیں لوگوں کو مصائب سے نجات دلانے کا کوئی طریقہ سوچنا چاہئے۔ یہ اچھی بات نہیں ہے کہ میرا باپ تمہارے بھائی سے جھگڑا کرتا پھرے۔ ہمیں کوئی ایسی ترکیب سوچنی چاہئے کہ ان کی آپس میں کبھی ملاقات نہ ہو سکے۔ اس طرح لوگ آرام و سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔" خزاں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا' "میرا بھائی بہت گرم مزاج ہے جب کہ تمہارا باپ بہت سرد مہر ہے۔ اگر وہ ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے تو ان کے درمیان جھگڑا بھی نہیں ہو گا' اور اس طرح لوگ چین کا سانس لے سکیں گے۔ ہمیں ضرور کوئی ترکیب سوچنی چاہئے۔"

وہ بہت دیر تک سر جوڑے اس مسئلے پر گفتگو کرتی رہیں اور

آخر کار انہوں نے ایک حل ڈھونڈ نکالا۔

دسمبر کے مہینے میں ایک دن سرما غصے سے پیچ و تاب کھاتا ہوا لوگوں کے سامنے وارد ہوا۔ ہر سال کی طرح اس بار بھی وہ اپنے ساتھ تند و تیز ہوائیں اور برف باری لے کر آیا تھا' جس کی وجہ سے لوگ سردی سے ٹھٹھرنے لگے۔ اگلے دو ماہ اور بھی زیادہ صبر آزما ثابت ہوئے۔

مارچ کا مہینا آیا تو بہار اپنے باپ کے پاس گئی اور میٹھے لہجے میں اسے اس بات پر مائل کرنے کی کوشش کرنے لگی کہ وہ اس بار ذرا پہلے واپس چلا جائے۔ اسے معلوم تھا کہ جون تک گرما وہاں آپہنچے گا اور ہر سال کی طرح اس بار بھی ان دونوں کے درمیان ایک خوفناک لڑائی چھڑ جائے گی۔

اس نے مسکراتے ہوئے اپنے باپ سے کہا' "بابا' آپ تین ماہ سے اتنی سخت محنت کرتے کرتے تھک گئے ہوں گے۔ آپ باقی تین مہینوں کے لئے یہاں سے نکل کر آرام کیوں نہیں کرتے؟"

سرما نے فوراً اس کا جملہ کاٹتے ہوئے کہا' "کیا؟ آرام کروں؟ میں آرام نہیں کرنا چاہتا۔ میں اگلے تین مہینوں تک گرما کو اپنی جگہ لینے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"نہیں' میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔" لڑکی نے پہلے کی

طرح مسکراتے ہوئے کہا' "میں' آپ کی بیٹی' آپ کی جگہ کام کروں گی۔ کیا آپ کے خیال میں یہ مناسب نہ ہو گا؟"

"لیکن' کیا تم یہ بوجھ اٹھا سکو گی؟" سرما نے پوچھا۔ اس کے لہجے سے بے یقینی جھلک رہی تھی۔

"کیوں نہیں؟ اب میں بڑی ہو چکی ہوں۔ آپ مطمئن رہیں' اس کام کے لئے میرے اندر پوری اہلیت موجود ہے۔" اس نے پرسکون لہجے میں وضاحت کرتے ہوئے جواب دیا' "آپ کو واقعی آرام کی ضرورت ہے' پھر آپ اگلے سال اپنا کام دوبارہ شروع کر سکتے ہیں۔"

وہ کچھ دیر تک اپنی بیٹی کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا' اور اسے یہ محسوس ہوا کہ وہ اس کام کو انجام دینے کی پوری اہلیت رکھتی ہے۔

"تمہاری تجویز بری نہیں ہے۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے رضامندی کا اظہار کیا' "پوری کوشش کرنا۔ مجھے یقین ہے کہ میں سال کے اس حصے میں جو کچھ کرتا ہوں' تمہاری کارکردگی اس کے عین مطابق ہو گی۔"

اپنے اختیارات اپنی بیٹی کے سپرد کر کے بوڑھا سرما ایک گھاٹی میں جا کر سو گیا۔

خوش گوار ہلکی برف باری کے دوران بہار مسکراتی ہوئی

ہمارے علاقے میں آئی۔ وہ لوگوں کے لئے ایک جاں فزا تبدیلی لے کر آئی تھی۔

بہار بہت ثابت قدم تھی اور وہ سردی سے ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوئی۔ اگرچہ وہ سرما کی بیٹی تھی لیکن اس کے باوجود اس کے اندر بہت گرم جوشی اور حرارت تھی۔ اپنے چمک دار رنگین لباس اور ہلکے سرخ رنگ کے باریک اسکارف کے ساتھ وہ بہت دل کش اور خوب صورت نظر آتی تھی۔ اس کی نرم مسکراہٹوں نے تمام برف کو پگھلا دیا' اور ہوا میں موجود ٹھنڈ کو بھی معدوم کر دیا۔ دھیرے دھیرے ہمارے علاقے میں حرارت لوٹ آئی اور ہر شخص مستعد نظر آنے لگا۔ پرندوں میں گلو کاری کا مقابلہ شروع ہو گیا' اور بید مجنوں اور چنار کے پیڑ اپنے نئے رنگوں کی نمائش کرنے لگے۔

بہار نے مارچ سے مئی تک اتنی خوش خلقی کا مظاہرہ کیا کہ اس دوران لوگ ہر وقت خوشیوں میں ڈوبے رہتے۔ بہت عرصے بعد انہیں پہلی بار نفاست اور قرینے کے ساتھ ہل چلانے اور بیج بونے کا موقع ملا تھا۔

جون کے آغاز میں تند خو گرما غصے سے بل کھاتا ہوا سرما سے فیصلہ کن لڑائی لڑنے کے لئے دوبارہ وہاں آ پہنچا۔

لیکن اس بار سرما کی بجائے اس کی ملاقات بہار سے ہوئی جو کہ

اس کی چھوٹی بہن کی بہت اچھی سہیلی تھی۔

"آپ کے مزاج کیسے ہیں؟" بہار نے نرم آواز سے اس کا خیر مقدم کیا۔

گرما کا غصہ دھیما پڑ گیا اور اس نے جوابی طور پر پوچھا، "تم کیسی ہو؟"

"اب آپ کی باری ہے۔" بہار نے شرارت آمیز ہنسی کے ساتھ کہا، "اب گرم موسم کی ضرورت ہے تاکہ اناج پک سکے۔ مہربانی کر کے فوری طور پر اپنا کام شروع کر دیں۔"

گرما حیران و ششدر رہ گیا۔ اسے کوئی موزوں الفاظ نہیں سوجھے، اور وہ دھیرے سے بولا، "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے....."

اس طرح گرما پہلی بار پر سکون اور پر امن انداز میں ہمارے علاقے میں آیا۔ اس نے پہلے کی طرح موسم کو گرم بنا دیا۔

جون کے بعد جولائی اور اگست کے مہینے گزرے اور پھر ستمبر کا مہینا شروع ہوا۔ منصوبے کے مطابق ستمبر کے آغاز پر خزاں جھجکتی ہوئی اپنے بھائی کے پاس پہنچی۔ اسے معلوم تھا کہ گرما کی فرماں روائی مزید تین ماہ تک جاری رہے گی، اور یہ کہ جوں جوں اس کا غصہ بڑھتا جائے گا، گرمی کی شدت میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا۔ اس کے علاوہ

دسمبر کے آغاز پر تند مزاج سرما آ دھمکتا' اور ایک بار پھر وہ دونوں باہم دست و گریباں ہو جاتے۔

چنانچہ اس نے گرما سے کہا' "بھائی جان' آپ پچھلے تین ماہ سے مسلسل کام کر رہے ہیں' اور اس دوران آپ نے ذرا سا بھی آرام نہیں کیا۔ آپ کچھ عرصے تک آرام کیوں نہیں کرتے؟"

یہ سن کر گرما کو بہت حیرت ہوئی اور اس نے تنک کر کہا' "مجھے آرام کرنا چاہئے؟ میں آرام نہیں کروں گا۔ میں سرما کو اپنی جگہ لینے کی اجازت کبھی نہیں دوں گا۔"

"میں آپ کی بہن ہوں۔" خزاں نے نرم لہجے میں وضاحت کرتے ہوئے کہا' "آپ مجھے اپنا ہاتھ بٹانے کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟"

"تمہارا مطلب ہے کہ تم میری جگہ کام کرو گی؟" گرما نے قدرے توقف کے بعد سر ہلاتے ہوئے کہا' "تمہاری تجویز اچھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم یہ کام خوش اسلوبی سے انجام دو گی۔"

"آپ مطمئن رہیں' میں بھرپور کوشش کروں گی۔" خزاں نے اعتماد سے جواب دیا۔

گرما کو اپنی بہن کی صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا۔ چنانچہ وہ جلد ہی یہاں سے چلا گیا اور ایک زیر زمین غار میں جا کر سو گیا۔

جب خزاں آئی تو اس وقت ہمارے علاقے کا موسم حبس زدہ تھا۔ لیکن وہ اپنے ساتھ خنک ہوا لے کر آئی تھی جس نے تپش کے اثرات زائل کر دئے۔ آسمان نیلا ہو گیا اور کیڑے مکوڑے خوشی سے گیت گانے لگے۔

خزاں ایک سنجیدہ لڑکی تھی اور اس پر ہر وقت افسردگی سی چھائی رہتی تھی۔ اگرچہ وہ بہار کی طرح خوش طبع اور چونچال نہیں تھی لیکن غم گساری اور نرم دلی میں اس سے کسی طور کم نہیں تھی۔ وہ اپنے سنہری اسکارف کے ساتھ جس پر سرخ رنگ کے پتے کڑھے ہوئے تھے، بہت دل کش، سادہ اور بے تصنع نظر آتی تھی۔

وہ ستمبر سے نومبر تک تین ماہ کے دوران بہت خوش اسلوبی سے اپنا فرض انجام دیتی رہی۔ لوگ خوش گوار، خنک موسم سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے رہے، اور انہوں نے خوشیوں سے سرشار ہو کر اپنی فصلیں کاٹیں۔

دسمبر میں سرما دوبارہ آ پہنچا۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی وہ گرما سے دوبدو لڑائی لڑنے کے لئے تیار تھا، لیکن بوڑھے سرما کو گرما کہیں دکھائی نہیں دیا۔ اس کی بجائے اس کی ملاقات خزاں سے ہوئی جو اس کی بیٹی کی بہت اچھی سہیلی تھی۔

خزاں نے مودبانہ انداز میں سرما کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا،

"آپ کے مزاج کیسے ہیں؟ میں آپ کا خیر مقدم کرتی ہوں۔"
سرما کا غصہ خود بخود کافور ہو گیا' اور اس نے پوچھا' "تم کیسی ہو؟"

اس طرح سرما پہلی بار کسی لڑائی جھگڑے کے بغیر ہمارے علاقے میں آیا۔

دونوں لڑکیوں کا منصوبہ کامیاب رہا۔ سرما اور گرما کے درمیان باری باری بہار اور خزاں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا' اور اس طرح اب ہمارے ہاں چار موسم ہوتے ہیں۔ اس وقت سے بہار' گرما' خزاں اور سرما باری باری اپنا کام انجام دیتے ہیں جس کے باعث زندگی اور زیادہ رنگین اور متوازن ہو گئی ہے۔

بہار اور خزاں نے اپنا کردار بہت عمدگی سے ادا کیا ہے۔ اسی لئے ہم اب نہ تو گرمی سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی سردی سے۔ چاروں موسموں میں لوگ بہار اور خزاں کے سب سے زیادہ شیدائی ہیں۔ بہار کو عام طور پر پہلا موسم قرار دیا جاتا ہے کیونکہ بہار کی بوائی کے بعد ہی فصلیں کاٹی جاتی ہیں اور پیڑوں سے پھل اتارے جاتے ہیں۔

چن چن

ننھی بطخوں نے تیرنا سیکھا

ماں بطخ نے اپنے چھ بچوں کو قطار میں کھڑا کیا اور اپنے پر گیاہ مسکن سے ایک طویل فاصلہ طے کرتی ہوئی انہیں دریا کے کنارے لے گئی۔ اس نے پہلے خود پانی میں چھلانگ لگائی اور پھر اپنے بچوں کو پکارا ' "اب اچھے بچوں کی طرح میرے انداز میں باری باری پانی میں کود پڑو۔"

پہلا بچہ اپنے بازو پھڑپھڑاتا ہوا پانی میں کود پڑا۔ واہ ' کتنا لطف آ رہا ہے! لیکن دوسرے ننھے بچے کو پانی میں جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ یہ دیکھ کر ماں بطخ نے کہا ' "پیارے ننھے ' ڈرو مت۔ پانی میں چھلانگ لگا دو۔" دوسرا بچہ پانی میں کودا تو اس کے پیچھے پیچھے دوسرے بچے بھی چل پڑے۔ صرف ننھا "روئیں دار" جو ان میں سب سے چھوٹا تھا

اور جس کے جسم پر نرم ملائم پروں کا پتلا سا کوٹ پڑا ہوا تھا' باہر رہ گیا۔

"اندر آجاؤ' ننھے روئیں دار!" ماں بطخ نے اسے دوبارہ آواز دی' "تم خشکی پر کبھی تیرنا نہیں سیکھ سکتے۔"

ننھا روئیں دار باہر کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں ماں ہنسنی اپنے بچوں کے ساتھ وہاں آئی' اور اس نے ماں بطخ کو سلام کرتے ہوئے پوچھا' "آج تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" "ٹھیک ہوں' اور تم کیسی ہو؟" ماں بطخ نے قیں قیں کرتے ہوئے کہا۔

ماں ہنسنی نے ماں بطخ سے کہا' "تمہارے بچے بہت خوبصورت اور تنومند ہیں اور ان کے روئیں کس قدر سنہری ہیں!"

"تمہارے بچے بھی بہت خوب صورت ہیں۔" ماں بطخ نے کہا' "میرا ایک بچہ' وہ جو دریا کے کنارے کھڑا ہوا ہے' بونا اور لاغر ہے۔" ماں ہنسنی نے کہا کہ شاید اس بچے کو خصوصی توجہ کی ضرورت ہے' لیکن اس کے باوجود وہ بہت خوب صورت ہے۔

ننھے روئیں دار نے جب یہ دیکھا کہ اس کی ماں اسے پکڑنے کے لئے تیرتی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی ہے تو وہ بھد بھد کرتا ہوا گھر کی طرف چل پڑا۔

ماں بطخ جلدی سے کنارے پر پہنچی اور ننھے روئیں دار کو بہلا پھسلا کر واپس لے آئی' پھر اس نے اسے پانی میں جانے پر مجبور کر

دیا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ چمٹا رہا جو اس کا ساتھ دینے کے لئے دھیرے دھیرے تیر رہی تھی، لیکن دوسرے بچے تیرتے ہوئے ان سے دور چلے گئے تھے۔

ماں بطخ نے ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اپنے بازو پھڑپھڑائے۔ "میرے بچو" اس نے بلند آواز میں کہا، "میرے پیچھے پیچھے آؤ۔" اور پھر وہ گہرے پانی کی طرف تیرنے لگی۔ صرف ننھا روئیں دار پیچھے رہ گیا۔ ماں بطخ مڑ مڑ کر اسے دیکھتی رہی، اور اسے آگے بڑھنے کی ترغیب دیتی رہی، "آؤ، جلدی سے آجاؤ، میرے بچے۔ آؤ، دیکھتے ہیں ہم میں سے کون سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ تیرتا ہے۔"

ننھا روئیں دار ہر بار سب سے پیچھے رہ جاتا، لیکن ماں بطخ رک کر اس کا انتظار کرنے لگتی، اور یوں وہ سب پھر سے ایک ساتھ تیرنے لگتے۔ لیکن بعض اوقات وہ حوصلہ ہار دیتا، اور ان سے پیچھے رہ جاتا۔ ایک بار تو وہ پھسل کر نرسلوں کے گرد پھیلی ہوئی کیچڑ میں پھنس گیا۔ بہرحال ماں بطخ اسے دیکھ رہی تھی، اور اس نے اس کی گردن کے رووں کو اپنی چونچ میں دبا کر اسے باہر نکال لیا۔ وہ کافی دیر تک دریا میں تیرتے رہے، اور پھر باہر نکل کر بھد بھد کرتے ہوئے گھر واپس چلے گئے۔

ایک ماہ بعد بچے خاصے بڑے ہو گئے، لیکن ننھے روئیں دار کا قد

اب بھی سب سے چھوٹا تھا۔ ایک دن وہ گھاس پر کھیلتے ہوئے ٹڈوں کے پیچھے دوڑ رہے تھے' اور پھولوں کو دیکھ رہے تھے کہ اتنے میں ان کے ہنس دوست وہاں آپہنچے اور وہ سب آپس میں کھیلنے لگے۔ ہنسنی کے ایک۔بچے نے تجویز پیش کی' "آؤ' تیرنے چلیں۔"

ننھے روئیں دار کے سوا سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ دریا کے کنارے پہنچ کر سب نے پانی میں چھلانگ لگادی' صرف ننھا روئیں دار باہر رہ گیا۔

"پانی میں آجاؤ۔" انہوں نے اسے آواز دی' لیکن اس نے کہا کہ وہ بس باہر سے ان کا تماشا دیکھے گا۔

"ایک' دو' تین!" انہوں نے آواز لگائی اور تیزی سے پانی پر تیرنے لگے۔

ننھا روئیں دار انہیں دیکھتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں تیرنے کا شوق ابھرتا رہا۔ اب وہ دوسروں کے ساتھ شریک ہونا چاہتا تھا۔

اس نے پانی کے آئینے میں اپنے جسم پر نظر ڈالی۔ دوسروں کے مقابلے میں وہ کتنا دھان پان سا تھا! بے خیالی میں اس کا پاؤں پھسلا اور وہ پانی میں جا پڑا۔ اچانک اس کا پاؤں کسی چیز میں الجھ گیا اور جب وہ اسے چھڑانے میں ناکام رہا تو دہشت کے عالم میں زور سے چلایا'

"بچاؤ، بچاؤ!"

بطخ اور ہنسنی کے بچے تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ بطخ کے ایک بچے نے جلدی سے پانی کے نیچے غوطہ لگایا اور جب وہ باہر آیا تو اس کی چونچ میں نرسل کی بیل دبی ہوئی تھی۔ ننھے روئیں دار کو چھٹکارا ملا تو سب نے سکون کا سانس لیا۔ ننھے روئیں دار نے کہا کہ اگلی بار ایسا ہوا تو وہ بہادری سے کام لیتے ہوئے خود اپنا سر پانی میں ڈال کر دیکھے گا کہ اس کا پاؤں کس چیز میں الجھا ہوا ہے۔ اس کے بعد وہ دوسروں کے ساتھ تیرتے ہوئے کھیل میں مشغول ہو گیا، لیکن جب وہ ان کی رفتار کا ساتھ نہ دے پایا تو اس کا دل بجھ گیا۔ چنانچہ وہ گھر واپس چلا گیا اور اس نے اپنی ماں سے کہا کہ وہ اسے تیرنا سکھا دے۔ "میں واقعی اس بار محنت سے سیکھوں گا۔" اس نے وعدہ کیا۔

ماں بطخ یہ سن کر بہت خوش ہوئی۔ "تم اچھے بچے ہو۔" اس نے کہا اور وہ دونوں دریا کی طرف چل پڑے۔

ننھے روئیں دار نے اپنی ماں کے ساتھ پانی میں چھلانگ لگا دی اور وہ اسے یہ سکھانے لگی کہ غوطہ کیسے لگایا جاتا ہے، چپو کی طرح پاؤں کو حرکت کیسے دی جاتی ہے، اور گھونگوں کا شکار کرنے کے لئے پانی میں سر کے بل کھڑا ہونے کا طریقہ کیا ہے۔ یہ سب کچھ سیکھنے کے بعد ننھے روئیں دار کو تیراکی میں اور زیادہ لطف آنے لگا، اور اس کے حوصلے اور

زیادہ بلند ہو گئے۔

وہ تیراکی کی مشق کرنے کے لئے روزانہ صبح سویرے اٹھنے لگا۔ جب وہ تھک جاتا تو تھوڑی دیر تک آرام کرنے کے بعد خود سے کہتا' ''ابھی مجھے اچھی طرح تیرنا نہیں آیا۔'' اور وہ پھر سے پانی میں چھلانگ لگا دیتا۔ جب موسم خراب ہوتا تو بھی وہ اپنی مشق کا سلسلہ جاری رکھتا۔

ایک صبح بڑے زور کا طوفان آیا اور وہ تمام تر کوشش کے باوجود آگے نہ بڑھ سکا۔ پھر وہ جیسے تیسے کنارے کے قریب آیا تو ہوا کے ایک تیز جھکڑ نے اسے دھکیل کر دوبارہ دریا کے بیچ میں پہنچا دیا۔ بارش کے قطرے اس کی آنکھوں پر پڑ رہے تھے اور اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ اپنی پوری قوت سے تیرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن دریا کے کنارے تک پہنچنے میں ناکام رہا۔ وہ تھک کر چور چور ہو چکا تھا کہ اچانک اسے ماں بطخ کی آواز سنائی دی' ''ننھے روئیں دار! ننھے روئیں دار!'' اب وہ خود کو بہت طاقتور محسوس کرنے لگا اور اس بار کنارے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

ماں بطخ نے دیکھا کہ ننھے روئیں دار کو چلنے میں دشواری پیش آ رہی ہے۔ وہ اسے اپنے سینے سے لپٹانے کے لئے اس کی طرف لپکی' ''میرے ننھے روئیں دار' آخر میں نے تمہیں ڈھونڈ ہی لیا۔''

"میں تیر سکتا ہوں، ماں۔" ماں بطخ ننھے روئیں دار کو گھر لے گئی۔ وہ بہت خوش تھی۔

موسم گرما میں ننھا روئیں دار قوی اور تنومند بن گیا اور دوسروں کی طرح اس کے روئیں بھی خوب صورت، سفید پروں میں تبدیل ہو گئے۔ وہ چونچ سے اپنے پروں کو سنوارنے اور بازوؤں کو پھیلانے کے قابل ہو گیا۔ اب وہ ایک بہادر بطخ بن چکا تھا، اور جب وہ پانی میں اپنا عکس دیکھتا تو اسے بہت خوشی ہوتی۔

ایک دن صبح سویرے جب سورج پانی پر اپنی سنہری کرنیں نچھاور کر رہا تھا، ننھا روئیں دار دریا کے کنارے پہنچا تو اس کی نظر ایک نوٹس پر پڑی جو ایک پیڑ پر چسپاں تھا:

اس سال ہنسوں اور بطخوں کے جو بچے بڑے ہو چکے ہیں، ان کے لئے تیراکی کا سالانہ مقابلہ منعقد کیا جا رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ تمام بطخیں اور ہنس اس میں شریک ہوں گے۔

ننھا روئیں دار اور اس کے دوسرے ساتھی طویل فاصلے کی تیراکی اور غوطہ خوری کی مشق کرنے لگے، اور انہوں نے ان پر خاصا عبور حاصل کر لیا۔

آخر کار مقابلے کا دن بھی آپہنچا اور تمام بطخیں اور ہنس دریا کے کنارے جمع ہو گئے۔ یہ ایک بہت اہم اور شاندار دن تھا۔

ہر ایک قیاس آرائیاں کر رہا تھا کہ پہلا انعام کس کو ملے گا۔ کسی کا خیال تھا کہ ہنس کا ایک بچہ، "دراز گردن" جیت جائے گا جب کہ دوسروں کا خیال یہ تھا کہ "بڑا بازو" جو ایک بطخ کا بچہ تھا، یقینی طور پر اول آئے گا۔ ماں بطخ ڈر رہی تھی کہ پہلا انعام جیتنے کی کوشش میں ننھا روئیں دار خود کو ہلکان کر لے گا۔

ریس شروع ہونے والی تھی۔ تمام بطخیں اور ہنس قرینے سے قطار در قطار کھڑے ہوئے تھے۔ ایک دراز گردن ہنس نے زور سے آواز لگائی، "اپنے نشان پر کھڑے ہو جاؤ! تیار!" اس کے بعد اس نے اپنے بازو پھڑپھڑاتے ہوئے ریس شروع ہونے کا سگنل دیا۔ وہ دھارے کے ساتھ ساتھ کمان سے چھوٹے ہوئے تیروں کی طرح ایک ہی سیدھ میں دریا کے ایک موڑ کی طرف تیرنے لگے۔ انہوں نے نرسلوں کے جھنڈ سے گزرتے ہوئے غوطہ خوری اور زیر آب تیراکی کا مظاہرہ بھی کیا۔ ایک ہنسنی کا بچہ سب سے آگے تھا اور ننھا روئیں دار اس کے بالکل پیچھے تھا۔ دھیرے دھیرے ننھا روئیں دار اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس نے آگے نکلنے کی کوشش کی لیکن ہنسنی کے بچے نے اپنے لمبے بازو پھیلا کر اس کا راستہ روک دیا۔ ننھا روئیں دار اس سے

پہلو بچاتے ہوئے آگے نکل گیا۔ لیکن ہنسی کا بچہ تیزی سے لپکا اور ایک بار پھر پہلی پوزیشن پر پہنچ گیا۔ ننھا روئیں دار مستقل مزاجی سے تیرتا رہا۔ وہ ہر قیمت پر پہلا انعام جیتنا چاہتا تھا۔ اس نے پوری قوت سے زور لگایا اور سب سے پہلے اختتامی حد کو پہنچ گیا۔ تمام بطخیں اور ہنس جو یہ مقابلہ دیکھ رہے تھے، اپنے بازو پھڑپھڑاتے ہوئے زور سے چلّا اٹھے، "ننھا روئیں دار پہلے نمبر پر آیا! ننھے روئیں دار نے پہلا انعام جیت لیا!"

ننھے روئیں دار کو اس کے مداحوں نے گھیر لیا اور خوشی کا اظہار کرنے کے لئے اسے اٹھا کر فضا میں اچھالنے لگے۔

ماں بطخ نے اسے اپنے سینے سے بھینچ لیا، اور کہا کہ اسے اس کے جیتنے کی ذرا سی بھی توقع نہیں تھی۔ دراصل اسے یہ فکر تھی کہ کہیں وہ بالکل نڈھال نہ ہو جائے۔ ماں ہنسنی نے ننھے روئیں دار کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا، "تم واقعی ایک بہادر بچے ہو۔"

ننھا روئیں دار مسکرایا اور پھر اس نے شرماتے ہوئے اپنا سر اپنے بازوؤں میں چھپا لیا۔

وہ بہت خوش تھا کیونکہ اب کوئی اسے بونا اور لاغر نہیں کہہ سکتا تھا۔

چھین چاؤ یانگ

دو ننھی ابابیلوں کی دس ہزار میل لمبی پرواز

ایک ابابیل نے دو ننھی بچیوں کو جنم دیا۔ وہ بہت خوب صورت اور حسین تھیں، اور ان کی ماں انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ وہ انہیں اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر انہیں سلانے کے لئے لوریاں سناتی، کیڑے پکڑ کر انہیں چوگا دیتی، ان کے نرم پروں کو اپنے تھوک سے تر کرتی اور انہیں خوش کرنے کے لئے گیت سنایا کرتی۔

لیکن ماں کے لاڈ پیار نے دونوں ننھی ابابیلوں کو کاہل بنا دیا۔ وہ ہر روز چوگا کھانے کے بعد گھونسلے کے چھجے کے نیچے بیٹھ کر اپنی گردنیں اندر کی طرف سمیٹ لیتیں اور آنکھیں بند کر کے اونگھنے لگتیں۔

"میری بچیو،" ایک روز بوڑھی ابابیل نے ان سے کہا،

''تمہارے بازو بڑے ہو رہے ہیں' اور اب وقت آگیا ہے کہ تم اڑنا سیکھ لو' ورنہ بڑی ہو کر کسی بھی کام کی نہیں رہو گی۔''

''ہم اڑنا کیوں سیکھیں؟'' ننھی ابابیلوں نے پوچھا' ''اس کا کیا فائدہ ہو گا؟ کیا آرام کرنے میں زیادہ مزہ نہیں ہے؟''

''میری پیاری بچیو'' ان کی ماں نے جواب دیا' ''تمہاری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔ تمہیں اپنے جسم کو چست اور مستعد رکھنے کے لئے محنت کرتے رہنا چاہئے تاکہ تم اڑتے ہوئے کیڑوں کو پکڑ سکو' اور تمہیں اپنے بازوؤں کو مضبوط بنانا چاہئے تاکہ تم ہزاروں میل تک پرواز کر سکو۔''

ننھی ابابیلوں نے اپنے سر ہلاتے ہوئے کہا' ''لیکن یہ تو بہت مشکل کام ہے!''

بوڑھی ابابیل نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا' ''پیاری بچیو' اگر تم نے اپنا ڈھنگ نہیں بدلا تو بھوکوں مرو گی!''

''لیکن کیوں؟ ہم بھوکوں کیوں مریں گی۔ کیا ہماری ماں ہمیں ہر روز کیڑے نہیں کھلاتی؟''

''لیکن'' بوڑھی ابابیل نے غصے سے کہا' ''کیا تم اپنا پیٹ بھرنے کے لئے زندگی بھر مجھ پر انحصار کرتی رہو گی؟ اگر تمہاری ماں تمہیں چھوڑ کر چلی جائے تو تمہارا کیا بنے گا؟''

"لیکن وہ ہمیں چھوڑ کیسے سکتی ہے؟"

"اوہ! میری احمق بچیو! کیا تمہارے خیال میں تمہاری ماں ہمیشہ یہیں رہے گی؟ خزاں آئے گی تو یہاں سردی ہو جائے گی۔ تمام پیڑ مرجھا جائیں گے، گھاس مرجھا جائے گی، کیڑے غائب ہو جائیں گے اور تمہاری ماں یہاں سے دور، بہت دور جنوب کی طرف پرواز کر جائے گی۔ وہاں کا موسم بہت حرارت آمیز ہوتا ہے۔ پیڑوں اور گھاس کی سرسبزی کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اور وہاں بہت سارے کیڑے بھی ہوتے ہیں۔"

لیکن دونوں ننھی ابابیلیں یہ سمجھیں کہ ان کی ماں مذاق کر رہی ہے۔ اس وقت سورج اتنا حرارت آمیز ہے اور بہار کے جھونکے اتنے نرم اور خوش گوار ہیں، تو پھر موسم سرد کیسے ہو سکتا ہے اور پیڑ کیسے مرجھا سکتے ہیں، گھاس کیسے مرجھا سکتی ہے؟

یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ انہیں قائل نہیں کر سکے گی، ماں نے اپنا لہجہ بدلتے ہوئے میٹھی آواز میں کہا، "میری بچیو، دیکھو، آسمان کتنا بلند، کتنا بڑا اور کتنا خوب صورت ہے۔ کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ اوپر اڑنے کا لطف اٹھاؤ؟"

"نہیں ماں،" ننھی ابابیلوں نے جواب دیا، "ہم تو گھونسلے میں رہتے ہوئے بھی اپنی آنکھیں کھول کر آسمان کو دیکھ سکتی ہیں۔

سورج کی روشنی سے ہماری آنکھیں چندھیا جاتی ہیں' اور بہار کے جھونکے ہم پر غنودگی طاری کر دیتے ہیں۔ "

ان کی ماں نے انہیں ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کی' "کیا تم کبھی کھلے میدانوں میں گئی ہو؟ وہ بہت بڑے اور بہت خوب صورت ہوتے ہیں۔ وہاں سرخ پھول' سبز پتے' وسیع و عریض کھیت' بل کھاتے' لہراتے چشمے اور ..... "

ننھی ابابیلوں نے اپنی ماں کو گھورتے ہوئے حقارت آمیز لہجے میں کہا' "اس میں ایسی کون سی خاص بات ہے؟ ہم یہ سب چیزیں اپنے گھر کی چھت سے بھی دیکھ سکتی ہیں۔ "

"لیکن' " ان کی ماں نے کہا' "کیا تم پورا چین دیکھ چکی ہو؟ تم جانتی ہو کہ چین کتنا خوب صورت اور کتنا بڑا ہے؟ چین میں ایک بہت لمبا دریا ہے جس کا نام دریائے زرد ہے۔ یہ ایک بہت اونچے پہاڑ سے نکلتا ہے اور ہزاروں میل تک بہتا چلا جاتا ہے۔ یہاں ایک اور دریا ہے جس کا نام دریائے یانگسی ہے۔ یہ دریائے زرد سے بھی زیادہ لمبا ہے۔ اس کے علاوہ چین میں بے کراں سمندر' ناقابل عبور پہاڑ اور ..... "

ننھی ابابیلوں کو اب کچھ اور سننے کا یارا نہ رہا اور انہوں نے تنک کر کہا' "ماں' مہربانی کر کے خاموش ہو جاؤ! یہ سب چیزیں یہاں

سے بہت دور ہیں۔ وہاں تک پرواز کرنے میں بہت محنت صرف ہوگی!"

آخر کار ماں کے صبر کا پیمانہ چھلک اٹھا' اور اس نے غصے سے کہا' "تم دونوں بالکل بے مصرف ہو! تم اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہی ہو۔ میں دیکھوں گی کہ جب بہار چلی جائے گی اور خزاں آئے گی تو تم کیا کرو گی!"

"کیوں؟ کیا بہار بھی جا سکتی ہے؟" احمق بچیوں نے حیرت سے سوال کیا۔

"ہاں'" ماں نے جواب دیا' "وقت جا سکتا ہے۔ یہ پون گھنٹے' ایک گھنٹے' ایک دن' ایک مہینے یا ایک سال کی صورت میں آگے بڑھتا جاتا ہے' جیسے ہم ایک میل' دو میل' تین میل کا فاصلہ طے کرتے ہیں ....."

ننھی ابابیلوں کی حیرت میں اور اضافہ ہو گیا' "تو کیا وقت کے پیر ہوتے ہیں؟"

ماں نے جواب دیا' "ہاں' لیکن وقت کے پاؤں نظر نہیں آتے۔ جب وقت چلتا ہے تو اس کے قدم اتنی آہستگی اور نرمی سے حرکت کرتے ہیں کہ کسی کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ یہ بہار کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا اور خزاں کو بھی۔ یہ تمہیں بوڑھا کر دے گا' اتنا

بوڑھا کہ تم ہاتھ پاؤں ہلانے کے بھی قابل نہ رہو گی۔"

"لیکن ماں،" بچیوں نے کہا، "اگر ہم اسے پکڑ لیں اور اسے حرکت نہ کرنے دیں تو کیا یہ مزے دار بات نہ ہو گی؟"

"میری احمق بچیو،" ماں نے جواب دیا، "تم وقت کے پاؤں کو کبھی نہیں پکڑ سکتیں۔"

دونوں ننھی ابابیلیں مطمئن نہیں ہوئیں اور یہ سوچنے لگیں کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم کیڑوں کو پکڑ سکتی ہیں تو وقت کو کیوں نہیں پکڑ سکتیں؟

ان کی ماں جب وہاں سے اڑ کر چلی گئی تو دونوں ابابیلیں آنکھیں پھاڑے ہوئے اپنی گردنوں کو چاروں طرف گھمانے لگیں کہ اگر وقت کے پاؤں نظر آجائیں تو انہیں فوراً پکڑ لیں۔

انہوں نے دیکھا کہ سامنے والے مکان کا سایہ دیوار کے نیچے سے دھیرے دھیرے حرکت کرتا ہوا صحن کی طرف پھیلتا جا رہا ہے۔

"وقت کے پاؤں یہی ہوں گے۔" دونوں ننھی ابابیلیں پھدک کر زمین پر اتر گئیں اور سائے کے کنارے پر چونچیں مارنے لگیں۔ لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا کیوں کہ جب ان کے چھوٹے چھوٹے سر نیچے کی طرف جھکے ہوئے تھے تو سایہ ان کے اوپر سے رینگتا ہوا گزر گیا۔ اب زمین پر صرف دونوں ابابیلوں کے سائے نظر آ رہے تھے۔ ایک ابابیل

پھدک کر ذرا آگے بڑھی تو اس کا سایہ بھی اچھل کر آگے بڑھ گیا۔ وہ اسے اپنی چونچ سے پکڑنے میں ناکام رہی۔

پہلی ابابیل نے کہا' "یہ وقت کے پاؤں نہیں ہیں۔" دوسری ابابیل نے تجویز پیش کی' "ہمیں کہیں اور جا کر انہیں تلاش کرنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے۔" پہلی ابابیل نے کہا' "ہم انہیں تلاش کر کے رہیں گے۔" دونوں ننھی ابابیلیں آگے کی طرف اڑنے لگیں۔ لیکن چوں کہ وہ بہت کمزور تھیں' اس لئے چند گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ستانے لگتیں۔ پہلے وہ صحن سے زمین پر اتریں اور پھر کھلے میدانوں کی طرف اڑنے لگیں۔ انہوں نے سن کے پتے پر رینگتا ہوا ایک بڑا سا کیڑا پکڑا اور اسے مل جل کر کھالیا۔ انہوں نے پہلی بار کوئی کیڑا پکڑ کر کھایا تھا' اس لئے وہ انہیں بہت لذیذ محسوس ہوا۔ اس کے بعد وہ آگے کی طرف اڑتی رہیں۔

میدان بہت وسیع تھے' ہوا میں تازگی تھی اور سرسبز پیڑوں اور گھاس میں خوشبو سی رچی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے مکان کی چھت سے جو کچھ دیکھا تھا اور ان کے ذہنوں میں جو تصویریں ابھری تھیں' یہاں کی ہر چیز ان سے قطعی مختلف تھی۔ وہ خوشی سے سرشار اڑتی رہیں حتیٰ کہ انہیں اپنے چھوٹے سے گھونسلے اور اپنی ماں کی یاد بھی نہیں

آئی۔

پھر شام ہو گئی۔ یوں بھی وہ بہت تھک چکی تھیں اور ان میں مزید آگے بڑھنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ چناں چہ وہ بید مجنوں کے ایک چھوٹے سے پیڑ کے اوپر جا بیٹھیں جو ایک تالاب کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔

جب چاند مشرق سے ابھرا تو میدانوں پر مدھم سی روشنی پھیل گئی۔ ہوا کی رفتار تیز نہیں تھی اس لئے پیڑوں کی شاخیں پرسکون تھیں۔ کھیتوں میں اگے ہوئے پودے اپنے سر جھکائے ہوئے تھے۔ سب سو چکے تھے، سوائے مینڈکوں کے جو مسلسل اپنی راگنی الاپ رہے تھے۔ ننھی ابابیلوں کو جو اپنی ماں کی آغوش اور اپنے چھوٹے سے نرم گھونسلے سے دور تھیں، سردی اور تنہائی کے احساس نے آگھیرا اور انہیں اس کھلے میدان میں نیند نہیں آئی۔

پہلی ابابیل نے کہا، ''ہمیں اپنی ماں کی نصیحت پر عمل کرنا چاہئے تھا۔ ہمیں اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔''

دوسری ابابیل نے جواب دیا، ''اب کیا ہو سکتا ہے؟ ہم بہت دور نکل آئی ہیں اور اب گھر کا راستہ تلاش کرنا ممکن نہیں رہا۔ اس لئے اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اپنے حوصلے بلند رکھیں اور وقت کے پاؤں کو پکڑنے کے لئے اپنی پرواز جاری

رکھیں۔ وقت بہت سبک رفتار ہے' ہم اسے ڈھونڈ کر اس سے یہ کہہ سکتی ہیں کہ وہ ہمیں ہمارے گھر پہنچا دے۔ یہ ایک عمدہ طریقہ ہوگا۔"

پہلی ابابیل نے کہا' "ہاں' ہم اسے تلاش کر کے رہیں گی۔"

اس وقت وہ اس پیڑ کے تنے کی طرف دیکھ رہی تھی جس پر وہ دونوں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اچانک وہ زور سے چلائی' "دیکھو' یہ کیا چیز ہے؟"

دوسری ابابیل ششدر رہ گئی۔ اسے تالاب میں ایک گول اور چمک دار سی چیز نظر آ رہی تھی جو آئینے جیسی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ چاند کا عکس ہے' اس لئے وہ زور سے چلا اٹھی' "یہ کیا چیز ہے؟ میں نے یہ چیز پہلے کبھی نہیں دیکھی۔"

"یہ تو حرکت کر رہی ہے! اتنی آہستگی اور نرمی سے حرکت کر رہی ہے کہ اسے آسانی سے محسوس بھی نہیں کیا جا سکتا۔" پہلی ابابیل نے کہا۔

"شاید یہی وقت کے پاؤں ہیں۔" دوسری ابابیل نے کہا۔

دوسری ابابیل نے خوشی سے اپنے پر پھڑپھڑاتے ہوئے کہا' "اچھا تو وقت پانی پر چلتا ہے!"

ننھی ابابیلوں نے چاند کے عکس کو پکڑنے کے لئے نیچے کی طرف غوطہ لگایا۔ لیکن انہیں خوف بھی محسوس ہو رہا تھا۔ ایک چھپاکے کے ساتھ ان کے سینے پانی کی سطح سے مس ہوئے۔ خوش قسمتی سے ان کے بازو نہیں بھیگے اور وہ تیزی سے اڑتی ہوئی اسی پیڑ پر جا بیٹھیں۔ انہوں نے دوبارہ پانی کی طرف دیکھا۔ انہیں ہزاروں نقرئی سانپ اپنی طرف تیرتے دکھائی دئے۔ انہوں نے جلدی سے اپنے سر اپنے بازوؤں میں چھپا لئے اور انہیں دوبارہ نیچے کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ سو گئیں۔

دوسرے دن وہ اٹکل پچو ایک طرف کو اڑتی رہیں۔

ہر طرف کھیت ہی کھیت پھیلے ہوئے تھے اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ہر طرف پیڑوں اور گھاس کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا اور کیڑے بھی خاصی تعداد میں موجود تھے۔ لیکن وقت کے پاؤں کہاں تھے؟

انہیں ایک بہت بڑا دریا نظر آیا، جس کا پانی دھیرے دھیرے گنگناتا ہوا آگے کی طرف بہہ رہا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" پہلی ابابیل نے سوال کیا، "کیا یہ بھی پانی ہے؟"

"نہیں،" دوسری ابابیل نے جواب دیا، "پانی حرکت کیسے

کر سکتا ہے؟ دیکھو، یہ کتنی آہستگی سے حرکت کر رہا ہے۔ شاید وقت کے پاؤں یہی ہیں! یہی ہیں!"

پہلی ابابیل نے کہا، "تو پھر ہمیں اس کے پیچھے چلنا چاہئے۔ دیکھیں تو سہی، یہ کہاں جاتا ہے۔"

چناں چہ دونوں ننھی ابابیلیں دریا کے ساتھ ساتھ اڑنے لگیں۔ وہ جھٹ پٹے کے وقت تک اڑتی رہیں۔ وہ دریا کے کنارے سو گئیں، اور صبح ہوئی تو دوبارہ آگے کی طرف پرواز کرنے لگیں۔ انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کتنے دن سے سفر کر رہی تھیں، اور کتنا فاصلہ طے کر چکی تھیں۔

دھیرے دھیرے پیڑوں اور گھاس پر پژمردگی چھانے لگی۔ کھیتوں کی ہریالی معدوم ہونے لگی۔ کیڑوں کی تعداد گھٹنے لگی اور سردی کی شدت میں اضافہ ہونے لگا۔

وقت جا چکا تھا۔ بہار اور گرما بھی جا چکے تھے۔ لیکن وقت کے پاؤں کہیں نظر نہیں آئے۔

چھوٹا دریا حد نظر تک بہتا چلا جا رہا تھا۔

اوہ! موسم کتنا سرد ہے!

دونوں ننھی ابابیلیں سردی سے کانپنے لگیں۔ وہ خشک گھاس کے ایک ڈھیر میں گھس کر دہشت زدہ نظروں سے آسمان کو تکتی رہیں

جس پر بادل کا ایک ٹکڑا تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

ہر طرف خزاں کی تند و تیز ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ ہوا میں اکا دکا پتے تتلیوں کی طرح دل کش انداز میں اڑتے پھر رہے تھے۔ ''کیا وقت کے پاؤں یہی ہیں!'' لیکن یہ پتے کچھ دیر تک اڑنے کے بعد خشک گھاس پر آ گرے اور اپنی حرکت سے محروم ہو گئے۔ ''نہیں، یہ نہیں ہیں۔ وقت کے پاؤں حرکت سے محروم نہیں ہو سکتے۔''

انہیں اپنی ماں کا خیال آیا۔ وہ جنوب کی طرف گئی ہو گی۔ اس نے کہا تھا کہ جنوب حرارت آمیز اور خوب صورت ہے۔ لیکن وہ جنوب تک کیسے پہنچ سکتی تھیں؟

انہیں دور سے جنگلی ہنسوں کا ایک جھنڈ اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ ان کی بعض ٹکڑیاں ''人'' (چینی لفظ، جس کے معنی ''آدمی'' کے ہوتے ہیں) کی شکل میں اور بعض ٹکڑیاں ''一'' (چینی لفظ، جس کے معنی ''ایک'' کے ہوتے ہیں) کی شکل میں پرواز کر رہی تھیں۔ وہ گیت گاتے ہوئے اڑتے رہے اور ان کی ایک ٹکڑی کے پیچھے دوسری ٹکڑی نمودار ہوتی رہی۔ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ ننھی ابابیلوں نے حیرت سے سوچا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی دور دراز مقام سے آئے ہیں اور انہیں ابھی اس سے بھی زیادہ طویل فاصلہ طے کرنا ہے۔ انہوں نے اس دنیا کی بہت سی چیزیں دیکھ رکھی ہوں گی، اس

لئے انہیں یہ ضرور معلوم ہو گا کہ جنوب کہاں ہے' اور شاید وہ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ ان کی ماں کہاں ہے۔

ہنسوں کا ایک جھنڈ غالباً تھکن سے نڈھال ہو کر ستانے کے لئے دریا کے کنارے اتر آیا۔

ننھی ابابیلیں ہمت کر کے اڑتی ہوئی اس جھنڈ تک پہنچیں تا کہ ان سے کچھ حال احوال معلوم کر سکیں۔

"دوستو' تم کہاں جا رہے ہو؟"

"ہم جنوب کی طرف جا رہے ہیں۔" ہنسوں کے قائد نے جواب دیا۔

"کیا تم حرارت آمیز' خوب صورت جنوب کی طرف جا رہے ہو؟"

"ہاں۔" ایک ہنس نے جواب دیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے!" دونوں ابابیلیں خوشی سے چلا اٹھیں' "مہربانی کر کے ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ ہم بھی جنوب کی طرف جانا چاہتی ہیں۔"

ہنسوں کے قائد نے منہ سے کچھ نہ کہا' لیکن نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم بولتے کیوں نہیں؟ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں جا

سکتیں؟" ننھی ابابیلوں نے اضطراب سے پوچھا۔

ہنسوں کے قائد نے نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور کہا' "میری ننھی دوستو' پہلے مجھے ایک سوال کرنے دو۔ کیا تم راستے کی تکلیف کا مقابلہ کر سکتی ہو! ہمارے ساتھ سفر کرنا تمہارے لئے بہت مشکل ثابت ہو گا۔"

ننھی ابابیلوں نے سوچے سمجھے بغیر جواب دیا' "ہاں' کیوں نہیں؟ ہم اپنی ماں سے بچھڑ گئی ہیں اور اتنے دنوں سے ادھر ادھر بھٹک رہی ہیں۔ ہم پہلے ہی بہت سی صعوبتوں سے گزر چکی ہیں۔"

"کیا تم ہمارے نظم وضبط کی پابندی کر سکتی ہو؟ کیا تم ہماری رفتار کا ساتھ دے سکتی ہو؟ کیا تم نگہبانی کا فریضہ انجام دے سکتی ہو؟"

"ہاں' ہم یہ سب کچھ کر سکتی ہیں۔"

"کیا تمہیں اس کا پورا یقین ہے؟"

"ہاں' بالکل! ہم ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کر سکتی ہیں۔ ہمیں جنوب میں جا کر اپنی ماں سے ملنا ہے اور اس کے لئے ہم کسی بھی مشکل کو خاطر میں نہیں لائیں گی۔"

اس طرح ننھی ابابیلیں ان جنگلی ہنسوں کے ساتھ ایک طویل سفر پر روانہ ہو گئیں۔

ہر روز صبح سویرے جب کہ ننھی ابابیلوں کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوتی تھیں، انہیں ہنسوں کے قائد کا بگل سنائی دیتا جو وہ اپنے ساتھیوں کو جگانے کے لئے بجایا کرتا تھا۔ وہ اپنی گردنیں پھیلا کر بازو پھڑپھڑاتے ہوئے پرواز کے لئے تیار ہو جاتیں۔ ہنسوں کا قائد ضروری احکام صادر کرتا اور سب سے پہلے خود اوپر کی طرف اڑ جاتا۔ دوسرے ہنس ایک ایک کر کے اس کے پیچھے روانہ ہو جاتے، اور ننھی ابابیلیں ان سب کے پیچھے ہوتیں۔

ہنس ایک خاص ترتیب سے پرواز کرتے تھے اور ایک دوسرے کے درمیان برابر کا فاصلہ رکھتے تھے۔ وہ بلندی پر اور تیز رفتاری سے پرواز کرتے تھے اور انہیں صرف ہوا کی آواز سنائی دیتی تھی جو ان کے پاس سے سائیں سائیں کرتی ہوئی گزرتی تھی۔ ننھی ابابیلیں لمبے لمبے سانس لیتی ہوئی ان کی رفتار کا ساتھ دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتیں، لیکن پھر بھی پیچھے رہ جاتیں۔

"وہ بہت پیچھے رہ گئی ہیں! وہ ہمارا ساتھ نہیں دے پا رہی ہیں۔" جھنڈ کے عقبی حصے سے ایک ہنس نے چلا کر کہا۔ ہنسوں کے قائد نے مڑ کر دیکھا، ننھی ابابیلیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں اور دور سے دو چھوٹے چھوٹے نقطوں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں۔

ہنسوں کے قائد نے اپنے دستوں کو حکم دیا کہ وہ کھیتوں میں

اتر کر ان کا انتظار کریں۔ انہیں بہت دیر تک انتظار کرنا پڑا تب کہیں جا کر ننھی ابابیلیں ان کے پاس پہنچیں۔ ابھی وہ زمین سے چند فیٹ اوپر ہی تھیں کہ نڈھال ہو کر نیچے آگریں۔

وہ کافی دیر تک سستاتی رہیں، پھر پہلی ابابیل نے سر اٹھا کر اپنی بہن سے کہا، "میں بہت تھک چکی ہوں اور مجھ میں آگے بڑھنے کی سکت نہیں ہے۔"

دوسری ابابیل نے جواب دیا، "میرا بھی یہی حال ہے۔"

ان کے بازو بری طرح دکھ رہے تھے جیسے انہیں کسی عقاب نے کاٹ کھایا ہو۔ وہ بے سدھ ہو کر زمین پر ڈھے گئیں، اور پھر ان میں اٹھنے یا حرکت کرنے کی ہمت نہ رہی۔

سارے ہنس گھبرا گئے۔ انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا۔ آخر کار انہیں ایک ترکیب سوجھ گئی۔ ان کے قائد نے دو توانا ہنسوں کو منتخب کر کے حکم دیا کہ دونوں ابابیلیں پرواز کے دوران اپنی چونچوں سے ان کی دموں کو پکڑی رہیں۔

اس طرح دونوں ابابیلوں کو اس کارواں کا ساتھ دینے میں آسانی ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود وہ خاصی تھک گئیں۔ اتنی دیر سے ہنسوں کی دموں کو پکڑے رکھنے کے باعث ان کی چونچیں دکھنے لگیں، اور مسلسل پرواز کی وجہ سے ان کے بازو بھی دکھنے لگے۔ ان کے پاؤں

شل ہو چکے تھے کیوں کہ پرواز کے دوران انہیں اوپر کی طرف اٹھائے رکھنا پڑتا تھا' اور ان کی دمیں بھی تمام وقت اوپر اٹھی رہنے کے باعث دکھنے لگی تھیں۔ وہ رونا چاہتی تھیں لیکن پرواز کی رفتار اتنی تیز تھی کہ ان کے پاس رونے تک کا وقت نہیں تھا!

جب رات کو آرام کرنے کا وقت آیا تو دونوں ابابیلیں تھک کر چور چور ہو چکی تھیں' اور انہوں نے جیسے ہی آنکھیں موندیں' انہیں نیند آ گئی۔

اگلی صبح کو بھی ان پر تھکن طاری رہی اور انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کی نیند پوری نہ ہوئی ہو۔ چناں چہ وہ پرواز کے دوران بھی اونگھتی رہیں۔

ایک بار وہ پرواز کے دوران سو گئیں اور ان کی چونچوں سے ہنسوں کی دمیں چھوٹ گئیں۔ وہ نیچے گر گئیں۔ خوش قسمتی سے وہ خشک گھاس کے ایک ڈھیر پر گری تھیں' اس لئے انہیں ذرا سی بھی چوٹ نہیں آئی۔ پھر انہوں نے جلدی سے ہنسوں کے جھنڈ کو جا لیا۔

سفر کے دوران ہنسوں کا نظم و ضبط واقعی بہت سخت تھا۔ وقفے سے پہلے کسی کو بھی آرام کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اجازت حاصل کئے بغیر کوئی بھی بلند آواز میں چیخ نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنی رفتار آہستہ یا تیز کرنے کے لئے اپنے قائد کی ہدایات کے پابند تھے۔ اور انہیں مقررہ

وقت پر ہی گیت گانے یا کھانا کھانے کی اجازت تھی۔ ہر رات کو جب وہ ستانے کے لئے نیچے اترتے تو ان کے درمیان ایک اجلاس ہوتا جس میں ان ہنسوں کی تعریف کی جاتی جنھوں نے پرواز کے دوران اپنا فرض خوش اسلوبی سے انجام دیا تھا اور کم زور ہنسوں کی مدد کی تھی۔ اس کے علاوہ اس اجلاس میں ان ہنسوں پر تنقید کی جاتی تھی جنھوں نے معینہ ضابطوں کی خلاف ورزی کی تھی۔

تاہم وہ دونوں ننھی ابابیلوں پر بہت مہربان تھے۔ جب وہ رونے لگتی تھیں تو وہ انہیں دلاسا دیتے تھے اور جب وہ بہت تھک جاتی تھیں تو وہ رک جاتے تھے تاکہ وہ کچھ وقت تک آرام کر سکیں۔ جب ابابیلوں کو بھوک لگتی تو وہ انہیں غذا فراہم کرتے تھے اور جب وہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتی تھیں تو وہ ان کی تعریف کرتے تھے۔ ہنس اس بارے میں متفکر رہتے تھے کہ رات کے وقت دونوں ابابیلیں سردی سے ٹھٹھر جائیں گی۔ چناں چہ جب وہ سو جاتیں تو وہ انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے۔ اور انہوں نے ایک بار بھی ابابیلوں کو رات کے وقت پاسبانی کرنے کو نہیں کہا۔

شروع میں ابابیلوں کو اپنا گھر بہت یاد آتا تھا۔ ان کا گھونسلا کتنا گرم اور آرام دہ تھا! ان کی ماں کتنی دل کش لوری سنایا کرتی تھی! ہر روز انہیں وافر مقدار میں کھانا ملتا تھا اور وہ جی بھر کے آرام

کرتی تھیں۔ وہاں انہیں ذرا سی بھی تھکن محسوس نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اب زندگی کٹھن ہو گئی تھی، خاص طور پر اس وقت جب تیز ہوائیں چلتی تھیں یا موسلا دھار بارش ہوتی تھی۔ ایسے میں ان کے لئے پرواز کا عمل انتہائی دشوار ہو جاتا۔ اس سے بھی بڑی پریشانی یہ تھی کہ وہ رات کو سو نہیں سکتی تھیں۔ بعض اوقات آسمان اچانک اپنا رنگ تبدیل کر لیتا تھا۔ سارے پیڑوں اور گھاس پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی تھی اور وہ شور مچانے لگتے تھے۔ بارش کے ساتھ اکثر بجلی بھی کڑکتی، اور ہر طرف پانی پھیل جاتا۔ فضا کتنی خوف ناک ہو جاتی تھی!

لیکن دونوں ابابیلیں رفتہ رفتہ اس کٹھن زندگی کی عادی ہو گئیں۔ ان کے اندر یہ خواہش ابھرنے لگی کہ انہیں دوسروں پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ہنسوں کا برتاؤ ان کے ساتھ بہت اچھا ہے اس لئے انہیں اپنی طرف سے مایوس نہیں کرنا چاہئے۔ چونکہ اب وہ خاصا طویل فاصلہ طے کر چکی تھیں اس لئے انہوں نے اسے جاری رکھنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اگر یہ ہنس مشکلات کا سامنا کر سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں کر سکتیں؟ اگر یہ ہنس ہمیشہ اتنے خوش اور مطمئن رہتے ہیں تو ہمارے لئے ہر وقت پریشان رہنے یا آہیں بھرنے کا کیا جواز ہے؟

رفتہ رفتہ ننھی ابابیلوں نے خود کو مضبوط بنا لیا۔ اب نہ تو ان

کے بازو دکھتے تھے اور نہ ہی انہیں اتنی جلدی تھکن محسوس ہوتی تھی۔ پرواز کے دوران ان پر غنودگی بھی طاری نہیں ہوتی تھی' اور وہ سکون کے ساتھ کھلے میدانوں میں سونے لگیں۔ انہوں نے گانا بھی سیکھ لیا اور رات کے وقت پاسبانی کے فرائض بھی انجام دینے لگیں۔ وہ اب خوب سیر ہو کر کھانا کھاتی تھیں اس لئے تیزی سے تنومند ہونے لگیں۔ آخر میں انہیں پرواز کے دوران دوسروں کی دمیں پکڑنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی اور وہ خود ہی ان کی رفتار کا ساتھ دینے کے قابل ہو گئیں۔

اب ننھی ابابیلیں اس کارواں کی بہادر ارکان میں شمار ہونے لگیں!

آسمان ایک بہت بڑے نیلے شیشے کی طرح' نیلا اور روشن تھا۔ انہیں یہ بالکل اندازہ نہیں تھا کہ وہ کتنے عرصے سے پرواز کر رہے تھے اور وہ کتنا فاصلہ طے کر چکے تھے۔ ایک جھیل کے کنارے پہنچ کر (شاید یہ ٹونگ تھینگ جھیل تھی) ہنسوں نے ننھی ابابیلوں کو الوداع کہا' "ننھی بہادر دوستو' ہم یہاں آپہنچے۔ ہم اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں۔ لیکن تمہیں اپنی پرواز جاری رکھنی ہے کیوں کہ تمہاری ماں انتہائی جنوب میں سمندر کے کنارے رہتی ہے۔ جاؤ' ہم تمہاری کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔"

ننھی ابابیلوں کے لئے اتنے اچھے دوستوں سے بچھڑنے کا تصور بہت عذاب ناک تھا۔ وہ ایک ایک ہنس سے لپٹ کر روتی رہیں۔ رخصت ہونے سے قبل ہنسوں نے محبت آمیز لہجے میں ان سے کہا، "اپنا دھیان رکھنا! اپنی صحت کا خیال رکھنا!" ابابیلوں نے اڑتے وقت بلند آواز میں کہا، "ہم ہمیشہ تمہاری ممنون رہیں گی۔"

ننھی ابابیلیں جنوب کی طرف اڑتی رہیں۔ انہیں ذرا سا بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کتنا فاصلہ طے کر چکی تھیں اور کتنی دیر سے پرواز کر رہی تھیں، لیکن آخر کار انہیں سمندر نظر آ گیا۔

سمندر کے کنارے ایک بہت بڑی سرخی مائل چٹان کھڑی ہوئی تھی۔ اسے بیلوں اور گھاس نے ڈھانپ رکھا تھا جو قفس کے پروں کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔ وہاں ہر قسم کے پیڑ اور پھول بھی تھے جو سال بھر بھینی بھینی خوشبو سے مہکتے رہتے تھے۔ اس بڑی چٹان پر ہزاروں ابابیلیں رہتی تھیں۔ وہ پھولوں اور پیڑوں کے درمیان سوتی تھیں، سمندر کے اوپر پرواز کرتی تھیں اور ریت پر کھیلتی تھیں۔ یہ ابابیلوں کا جنت نشان مسکن تھا جو انہیں آزادی اور خوشیاں فراہم کرتا تھا۔

پھولوں سے لدے ہوئے سب سے اونچے پیڑ کی شاخ پر بیٹھی ایک ابابیل بلند آواز میں گا رہی تھی۔ "دیکھو، وہ ہماری ماں ہی ہے نا؟" دونوں ابابیلیں اڑ کر وہاں پہنچیں تو انہوں نے دیکھا کہ یہ واقعی ان

کی ماں ہی تھی۔

وہ اس ملاپ سے اتنی خوش تھیں کہ اپنے بازو پھڑپھڑاتے ہوئے خوشی سے اچھلنے کودنے لگیں۔

"اوہ، میری احمق بچیو! کیا یہ میری ہی بچیاں ہیں؟ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی ہوں؟ ارے، تم دونوں تو پہلے سے بڑی اور مضبوط ہو چکی ہو۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ جب تم گھر سے گئی تھیں تو میں تمہیں جگہ جگہ ڈھونڈتی پھری تھی لیکن مجھے تمہارا کوئی نشان نہیں ملا۔ تم دونوں اتنے دنوں تک کہاں رہیں؟ تم نے اتنا طویل فاصلہ کیسے طے کیا؟"

ننھی ابابیلوں نے اپنے بازو ماں کی گردن میں حمائل کرتے ہوئے ایک آواز میں جواب دیا' "ماں، ماں، ہم وقت کے پاؤں تلاش کرنے کے لئے نکلی تھیں۔ ہم بہت سی جگہوں سے گزریں، اور پھر ..... پھر ....."

وہ اتنی خوش تھیں کہ ان کی آواز بھرّا گئی اور ان کے گال آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ ایک طویل وقفے کے بعد انہوں نے اپنی ماں کو پورا واقعہ سنایا۔ ماں کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا، اور وہ ادھر ادھر اچھلتی ہوئی نرم لہجے میں کہتی رہی، "میری احمق بچیو، میری احمق بچیو، بہت خوب! بہت خوب!"

آخر میں ماں نے پوچھا' "پھر کیا ہوا؟ کیا تمہیں وقت کے پاؤں مل گئے؟"

"نہیں' ہم اپنی پرواز کے دوران پورا چین دیکھ چکی ہیں۔ ہمیں بہت ساری چیزیں نظر آئیں' لیکن وقت کے پاؤں کہیں نظر نہیں آئے حتیٰ کہ جنگلی ہنسوں کو بھی ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔" انہوں نے جواب دیا۔

"ہا" ان کی ماں نے ہنستے ہوئے کہا' "حقیقت یہ ہے کہ تم انہیں پا چکی ہو ....."

"وہ کیسے؟ پھر وہ کہاں ہیں؟" ننھی ابابیلوں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ یہاں ہیں۔" ماں نے کہا' "خود تمہارے اندر۔ تم تربیت اور مشقت کے ایک کڑے مرحلے سے گزر چکی ہو' اور اب تمہارے جسم مضبوط ہو چکے ہیں اور تمہارا تجربہ وسیع ہو چکا ہے۔ تم نے اپنا ذرا سا بھی وقت ضائع نہیں کیا۔ چنانچہ تم وقت کے پاؤں کو پکڑ چکی ہو؟"

دونوں ننھی ابابیلیں خاموشی سے سنتی رہیں' ان کے پاس اپنے احساسات کا اظہار کرنے کے لئے الفاظ نہیں تھے۔

چھن پوچھوئی

بلّا، جو اڑنا چاہتا تھا

- - تڑاق!

بلّے نے جوں ہی کھڑکی سے باہر کی طرف چھلانگ لگائی، کھڑکی کے کنارے رکھا ہوا چینی مٹی کا نیلا گل دان نیچے زینے پر گرا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

کیکٹس کا پودا جو گل دان سے باہر نکل آیا تھا، بھرّائی ہوئی نحیف آواز میں بولا، "دیکھو، یہ تم نے کیا کر دیا ....."

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے، آخر کو میں ایک بلا ہوں!" بلے نے اس کی طرف دیکھے بغیر سپاٹ لہجے میں کہا۔ اس نے انگڑائی لی، اپنی دم اوپر کو اٹھائی اور چھلانگیں لگاتا ہوا وہاں سے چل پڑا جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ "کل رات میں نے ایک ہی جھپٹے میں تیرہ چوہے پکڑے تھے۔" اس نے جاتے جاتے اعلان کیا۔

بلے نے اچانک اپنے کان کھڑے کر لئے اور چند لمحوں تک بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر وہ تیزی سے آگے کی طرف لپکا۔

دو تتلیاں باغ میں سرخ مہکتے ہوئے پھولوں کے درمیان ادھر سے ادھر منڈلاتی پھر رہی تھیں۔ بلے نے اپنے نوکیلے پنجے آگے کی طرف بڑھاتے ہوئے جھپٹا مارا۔

دونوں تتلیاں خوف زدہ ہو کر بے قابو پتنگ کی طرح وہاں سے اڑ گئیں۔

"بہت برا ہوا' میرا نشانہ خطا گیا۔ شاید وہ چوہوں سے بھی زیادہ پھرتیلی ہیں۔" اس نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ لیکن اس نے امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اگلے ہی لمحے اس نے اوپر اچھل کر ایک اور کوشش کی۔

تتلیاں ایک دوسری سے سرگوشیاں کر رہی تھیں جیسے کوئی راز کی بات کر رہی ہوں۔ پھر زرد رنگ کی تتلی اپنی رفتار آہستہ کر کے چنار کے ٹوٹے ہوئے زرد پتے کی مانند لہراتی ہوئی نیچے کی طرف آئی۔

"اوہ' میں سمجھ گیا' وہ تھک چکی ہے!" بلا اس کی طرف دوڑ پڑا اور قریب پہنچ کر اس نے اپنا پنجہ آگے کی طرف بڑھایا۔ ان کے درمیان صرف چند انچ کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ تتلی ایک بار پھر اپنے پر ہلاتی ہوئی وہاں سے اڑ گئی۔ اس کے بعد سفید رنگ کی تتلی دھیرے دھیرے ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی نیچے آئی۔

"اوہ' اس کی بجائے میں اسے پکڑ لیتا ہوں!" بلا ایک بار پھر

دوڑ پڑا اور اس نے اپنی پوری قوت سے اوپر کی طرف اچھلتے ہوئے جھپٹا مارا۔ لیکن اس بار پھر ذرا سی کسر باقی رہ گئی' اور سفید تتلی اڑتی ہوئی دور نکل گئی۔

"بھوں ..... " اس کی پیشانی سے پسینا ٹپکنے لگا۔ اس نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو دلاسا دیا' "بس ذرا سی کسر رہ گئی تھی۔ بہرحال تم مجھ سے بچ نہیں سکتیں۔"

وہ زرد رنگ کی تتلی کو غور سے دیکھتا رہا جو اڑتے ہوئے اس کے بالکل قریب آ چکی تھی اور زمین پر بیٹھنے سے ہچکچا رہی تھی۔

"لعنت ہو تجھ پر! تو مجھے چڑا رہی ہے!" شروع میں بلا کھیل کے طور پر ان کا تعاقب کر رہا تھا لیکن اب تتلیوں کی حرکتیں دیکھ کر اسے غصہ آ گیا' "اچھا' تو تم مجھے الو بنا رہی ہو' آں! ٹھیک ہے' ابھی فیصلہ ہوا جاتا ہے!"

بلا سدا بہار پیڑوں کی قطار کے پیچھے دبکتا ہوا دبے پاؤں آگے بڑھا تاکہ اچانک پتوں کی آڑ سے نکل کر تتلی کو دبوچ سکے۔

"اوہ' میرے خدا' وہ تو مجھ پر اچانک حملہ کرنے کا احمقانہ منصوبہ بنائے بیٹھا ہے۔" زرد تتلی یہ سوچ کر مسکرا دی اور اسے اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھتی رہی۔

بلا اور قریب آ گیا حتیٰ کہ جب ان کے درمیان تقریباً دو فیٹ کا فاصلہ رہ گیا تو وہ اپنی پوری طاقت سے اس کی طرف لپکا۔ "آہا!" اس نے اوپر کی طرف اچھلتے ہوئے فاتحانہ انداز میں آواز لگائی۔

لیکن نہیں۔ اس بار پھر ذرا سی کسر رہ گئی' تقریباً نصف انچ کی۔ زرد تتلی پرسکون انداز میں اڑتی ہوئی دور چلی گئی' اور بلا ہکا بکا اپنی جگہ کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔

شہتوت کے ایک پیڑ کی شاخوں کے گرد چکر لگانے کے بعد وہ تیزی سے آگے نکل گئی۔ "یہ تو بہت چوکس ہے!" بلے نے پریشانی کے عالم میں ایک ٹھنڈا سانس بھرا' "کاش میں اڑ سکتا!"

اس وقت سفید تتلی کسی تیرتے ہوئے سفید پھول کی طرح ایک پھول دار پودے کی طرف گر رہی تھی' اور بالکل ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بہت تھک گئی ہو۔

بلے نے اپنی آنکھوں کو ملتے ہوئے کہا' "میں اندھا تو نہیں ہو گیا' یہ وہی سفید تتلی ہے نا؟ ہونہہ' وہ مجھے بےوقوف بنانا چاہتی ہے۔"

وہ اس پر نظریں جمائے ہوئے دبک کر بیٹھا رہا' اور اس دوران اپنے اور اس کے درمیان فاصلے کا اندازہ لگاتا رہا اور اس پر حملہ کرنے کے لئے بہترین موقع کا انتظار کرتا رہا۔

"ایک' دو' تین' اڑو!"

بلا تیزی سے اوپر کی طرف اچھلا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اڑ رہا ہے' اور اس بار تتلی کو یقیناً پکڑ لے گا۔ لیکن جب اس نے اپنی طرف

سے مطمئن ہو کر اوپر کی طرف دیکھا تو تتلی اس کے سر کے اوپر سے اڑتی ہوئی دور نکل گئی' اور پھر اپنی ساتھی سے جا ملی۔

وہ غصے سے لرزتا ہوا انہیں دیکھتا رہا۔ اس نے غیر شعوری طور پر اپنے پنجے ڈھیلے چھوڑ دئے' اور اس کے ساتھ ہی پھولوں کی چند پتیاں اس کے پنجوں سے پھسل کر نیچے جا گریں۔

دونوں خوب صورت تتلیاں سگی بہنوں کی طرح ساتھ ساتھ اڑنے لگیں۔ انہوں نے خود پسند بلے کو چڑانے کا کھیل ختم کر کے سبز سرو کے پیڑوں کی ایک قطار کے گرد ایک بڑا دائرہ بنایا اور مشرق کی سمت اڑ گئیں۔

"میں انہیں بھاگنے نہیں دوں گا' ان میں سے کسی کو بھی بھاگنے نہیں دوں گا' میں قسم کھاتا ہوں!" بلا پاگلوں کی طرح دوڑ پڑا۔ وہ بنے ہوئے راستوں پر نہیں بلکہ سیدھا پھولوں کے باغ میں سے ہو کر گزر رہا تھا۔ وہ سورج مکھی کے ایک پودے سے ٹکرایا' پھر ایک کلغی نما پھول سے' اور پھر ایک .....

سورج مکھی کا پودا خاموشی سے کھڑا ہوا چمک دار سورج کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ مناظر فطرت سے بہت لگاؤ رکھتا تھا' چنانچہ اس نے خوشی سے لبریز لہجے میں کہا' "صبح کی ہوا میں کتنی تازگی ہے! فطرت کتنی حسین ہے! سورج کی روشنی کتنی حرارت آمیز ہے!" وہ اسی سوچ

میں محو تھا کہ بلا پوری قوت سے اس سے آٹکرایا۔ اس کا سر چکرانے لگا اور اس کے لئے اپنے پاؤں پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا۔

"اوہ، بوندا باندی ہو رہی ہے۔" ایک چھوٹے پودے نے جو سورج مکھی کے نیچے تھا، کہا۔

"نہیں، یہ تو آنسو کے دو قطرے ہیں۔" دوسرے پودے نے کہا۔

پھر ایک چھوٹے پتوں والی معمر سبز جھاڑی بیچ میں بول اٹھی، "تم دونوں کا خیال غلط ہے۔ یہ تیل کے دو قطرے ہیں۔"

"کیا؟ تیل کے قطرے؟ یہ یقیناً آنسو کے قطرے ہیں۔"

"تم ابھی بہت چھوٹے ہو، اس لئے تمہیں معلوم نہیں کہ یہ ایک روغنی فصل کا پودا ہے۔" اتنا کہنے کے بعد معمر جھاڑی خاموش ہو گئی اور اس نے اپنا رخ موڑ لیا۔ اب وہ کوئی اور بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

لیکن دونوں ننھے پودے جو ہر چیز میں دلچسپی لیتے تھے، آپس میں اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔

"ارے، اس کا خاندانی نام تو بہت عجیب سا ہے، 'روغنی فصل کا پودا'۔ اتنا لمبا نام ہے کہ اس کی ادائیگی بھی مشکل ہے۔"

"ہاں، ہاں، یہ نیا نام ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو مجھے اس کا

مطلب معلوم نہیں ہے۔ "

معمر جھاڑی نے زیرلب کہا' "انہیں اس کا دوسرا نام یقیناً معلوم نہیں ہوگا' جو 'سورج مکھی' ہے۔ "

اور کلغی نما پھول کا کیا حال تھا؟ اس کی کمر سوج چکی تھی۔ اس کا رنگ پہلے سے بھی زیادہ سرخ ہو گیا تھا' وہ زور سے چلّائی' "یہ شریر لڑکا ٹریفک کے ضوابط کو خاطر میں نہیں لاتا' اور منہ اٹھائے ہر طرف دندناتا پھرتا ہے۔ "

"جانتے ہو' میں ایک بلا ہوں۔ میں ایک ہی وار میں تیرہ چوہے پکڑ چکا ہوں۔ تم نے کون سا تیر مارا ہے؟ کیا تم مرغے ہو؟ نہیں' تم محض ایک جعلی مرغے ہو۔ " اس نے اپنا رخ موڑتے ہوئے کہا اور وہاں سے دوڑ پڑا۔

انگور خوف سے لرز رہے تھے۔ ان میں سے کچھ سبز رنگ کے اور کچھ ارغوانی رنگ کے تھے۔ "یہ وحشی لڑکا بہت خوفناک ہے۔ " انگوروں نے کہا۔

پھولوں کے باغ سے نکلنے کے بعد بلے کو دونوں تتلیاں کہیں نظر نہ آئیں۔ اس نے ہانپتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا' لیکن اسے پرسکون نیلے آسمان کے سوا کچھ نظر نہیں آیا جس پر بادل کا ایک بھی ٹکڑا نہیں تھا۔

"کاش، میں اڑ سکتا!" اس نے مایوسی سے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ وہ کھویا کھویا سا شمشاد کے پیڑ کے سامنے سے گزرا۔ عام طور پر وہ وہاں زیادہ دیر تک ٹھہرتا تھا، ادھر ادھر گھومتا پھرتا تھا یا پیڑ کے تنے سے اپنے پنجے تیز کیا کرتا تھا لیکن آج وہ اس موڈ میں نہیں تھا۔

کوی کا گھر اس پیڑ کی سب سے اونچی شاخ پر بنا ہوا تھا۔ وہ عام طور پر صبح سویرے اٹھ کر اپنے کمرے کی صفائی کیا کرتی تھی۔ اس کے بعد وہ اپنے لئے کھانا تلاش کرنے باہر نکل جاتی تھی۔ اپنا پیٹ بھرنے کے بعد وہ آرام کرنے کے لئے واپس آ جاتی تھی اور اپنی کتاب پڑھنے لگتی تھی۔ اس صبح اس نے ایک کتاب "فن تعمیر" نکالی تھی تاکہ اس کے چند ابواب کا مطالعہ کر سکے۔ وہ ایک ممتاز معمار تھی۔

وہ اپنی کتاب میں محو تھی کہ اچانک پھولوں کے باغ کی طرف سے ایک شور سا اٹھا، اور اس کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ اس نے بلے کو کیلے کے ایک چھوٹے پیڑ پر سے چھلانگ لگاتے دیکھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ گاؤں کا سب سے شریر بلا ہے۔

"شاید اس نے کسی کو ایذا پہنچائی ہے۔" کوی نے سوچا، "آہ، اگر اس نے اپنی حرکتیں نہیں چھوڑیں تو کسی دن کوئی بہت بڑی مصیبت مول لے لے گا۔"

پھر اس نے دیکھا کہ بلا بجھا بجھا سا ایک پیڑ کے نیچے سے گزر رہا

ہے۔ وہ اسے یہ سمجھانا چاہتی تھی کہ وہ برے راستے پر چلنا چھوڑ دے۔ لیکن وہ نیچے کی طرف اڑنے ہی والی تھی کہ بلے نے اپنی رفتار تیز کر دی اور وہاں سے کھسک لیا' کیونکہ وہ اپنی پریشانی کی کیفیت کو اس سے چھپانا چاہتا تھا۔

جھیل کے کنارے نرسلوں کا ایک جھنڈ ایک اونچی سبز ٹٹی کی طرح کھڑا ہوا تھا' جس کی وجہ سے بلا جھیل کے پرسکون اور شفاف پانی اور اس میں تیرتی ہوئی بطخ کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ بالکل تنہا ہے اور ہر طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا ہے۔ اس پر تھکن اور اکتاہٹ طاری ہو گئی۔ "چلو' تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤں۔" اس نے زیر لب کہا اور ایک پگوڈا نما درخت کے سائے میں لیٹ گیا جو بید مجنوں کے ایک بوڑھے پیڑ کے سامنے اگا ہوا تھا۔ اسے بہت جلد نیند آ گئی۔ وہ گھاس کے ایک قطعے پر سرخ رنگ کی ایک خوب صورت تتلی کا تعاقب کرتا ہوا ارغوانی بیلوں کے جنگلے تک پہنچا' اور پھر اس نے اڑ کر اسے پکڑ لیا۔ "آہا" اس نے کہا' "اب میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری دونوں بہنیں ایک ایسے بلے کو جو ایک ہی جھپٹے میں تیرہ چوہے پکڑ چکا ہے' کیسے پریشان کرتی ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اسے نگل لیا۔

وہ خواب کے دوران اسے کھانے کے بعد اطمینان سے اپنے

ہونٹ چاٹنے لگا۔

خزاں کی ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور بلے کے گرد کھڑے ہوئے نرسل کے پودے سردی سے کانپنے لگے، جیسے دھیمی دھیمی آواز میں کہہ رہے ہوں، ''اوہ، کتنی سردی ہے، کتنی سردی ہے۔''

اس شور کا بلے نے کچھ اور ہی مطلب لیا، وہ سمجھا کہ چوہوں کی ایک ٹکڑی اپنے بل سے باہر نکل کر دوڑ رہی ہے۔ چنانچہ اس نے خواب کے عالم میں انہیں حکم دیا، ''خاموش ہو جاؤ، احمقو۔ اگر تم نے مجھے مزید پریشان کیا تو میں تمہیں بچ کر جانے نہیں دوں گا۔ اوہ، میں اتنا تھک گیا ہوں کہ میرے اندر تمہاری طرف توجہ دینے کی بھی سکت نہیں رہی!''

اس نے انگڑائی لی، اور پھر سے خراٹے بھرنے لگا۔

جب پگوڈا نما درخت نے نیچے کی طرف نظر ڈالی اور اسے بلا خراٹے لیتا دکھائی دیا تو اسے اس پر بہت غصہ آیا، ''دن کے وقت سو رہا ہے۔ اس لڑکے کی حرکتیں باعث شرم ہیں۔ یہ کوئی سونے کا وقت ہے؟ ابھی تو میرا سایہ مغرب ہی کی طرف پڑ رہا ہے۔''

اس نے اپنی ایک ٹہنی سے بلے کے سر پر ضرب لگائی۔

بلا ایک دم اٹھ بیٹھا اور اپنی آنکھیں ملتے ہوئے بڑبڑایا، ''لعنت ہو۔ میرے سر پر گیند کس نے ماری؟''

لیکن جب اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ اس کے اردگرد ہر چیز پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"اوہ' شاید میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔" وہ بڑبڑایا۔ پھر تتلی کو کھانے کا منظر یاد آیا' جو دنیا کی سب سے خوب صورت تتلی تھی۔ اسے اس خیال سے بہت آسودگی محسوس ہوئی' "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ خواب کی بات تھی' اس کے باوجود یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر فخر کیا جاسکتا ہے۔"

یہ سوچتے ہوئے وہ بے اختیار گانے لگا:

ہاہو' ہاہو'
میں ایک بڑا دھاری دار
اور دنیا کا سب سے باصلاحیت بلا ہوں!

ڈنگ ڈنگ ڈونگ' ڈنگ ڈنگ ڈونگ'
مجھے دیکھتے ہی چوہے خوف سے کانپنے لگتے ہیں'
میں "بلوں کا بادشاہ" ہوں' اور شیر تک
مجھ سے ادب سے بات کرتا ہے'
ہی ہی ہا' ہی ہی ہا .....

"قائیں قائیں!" بطخ جو تیرتی ہوئی کنارے پر آچکی تھی، بے اختیار ہنس پڑی۔ اس نے ابھی ابھی جھیل کے ٹھنڈے پانی میں غسل کیا تھا، اور وہ تازگی کے احساس سے سرشار تھی۔

بلے کا گیت سن کر بطخ اس کی خوش الحانی کی داد دینا چاہتی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اسے یہ بھی جتانا چاہتی تھی کہ اس کے الفاظ سے خود پسندی ٹپک رہی ہے۔ اس کے علاوہ وہ اس سے ایک اور مسئلے پر بھی گفتگو کرنا چاہتی تھی۔

بلا بطخ کو بے حد حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ بطخ بلے سے ملنے کے لئے مسکراتی ہوئی اس کی طرف بڑھی تو اس نے جلدی سے اپنی مونچھوں کو اکڑا لیا، جس طرح کسی بادشاہ کا محافظ سپاٹ چہرے کے ساتھ اکڑ کر کھڑا ہوتا ہے۔ "چپٹی چونچ" اس نے اس پر طنز کیا، "تم کہاں سے آرہی ہو اور کہاں جارہی ہو؟"

"اپنی زبان کو قابو میں رکھو! میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے اس نام سے مت پکارا کرو۔"

"ٹھیک ہے، پھر میں تمہیں 'گول چونچ' کہا کروں گا۔"

"بہرطور، کسی کا نام بگاڑنا اچھی بات نہیں ہے۔ کیا تمہاری طرح کوئی اور دوسروں سے اتنا وحشیانہ سلوک روا رکھتا ہے؟ چھوڑو، اب یہ باتیں ختم کریں۔ ابھی ابھی میں نے تمہیں ایک گیت گاتے

سنا تھا۔ میرے خیال میں اس کی دھن عمدہ ہے، لیکن تمہارے گیت کا مفہوم ..... "

بلا جلدی سے بول اٹھا، "تمہیں گیت سننے کا شوق ہے؟"

"ہاں، لیکن ..... "

"تم پھر سننا چاہتی ہو تو میں تمہیں سنائے دیتا ہوں۔" بلے نے ایک بار پھر اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

"شکریہ۔ میں غور سے سنوں گی۔"

بلا ایک بار پھر گانے لگا :

ہی ہی ہا، ہی ہی ہا،
یہ کون آرہا ہے؟
اوہ، یہ ایک بطخ ہے، جس کا نام چپٹی چونچ ہے!

"تیرا ستیاناس ہو!" بطخ جھنجھلا اٹھی اور اس نے اس کو جھڑکتے ہوئے کہا، "تم کسی چھوٹے قصبے کے آوارہ گرد لڑکے کی طرح ہو — نکمے، بے مصرف، تمہیں صرف کھانا، کھیلنا، شرارتیں کرنا اور دوسروں کو ایذا پہنچانا ..... "

"میاؤں، میاؤں!" بلا غرایا۔ اس کی آنکھوں میں

شرارت آمیز چمک جھلک رہی تھی' "تم ہمیشہ دوسروں کو برا بھلا کہتی رہتی ہو۔"

"ٹھیک ہے' پھر ہم اس کے بارے میں بات نہیں کرتے۔ اب میں تمہیں ایک اہم بات بتانا چاہتی ہوں۔ ہمارے گاؤں نے کل صفائی کا منصوبہ بنایا ہے۔ تم ہمارے ساتھ شامل ہوگے؟ براہ کرم وقت پر آجانا۔"

"اوہ' میرے خدا' میرے خدا'" بلا اپنے دونوں پنجوں سے سر پکڑتے ہوئے کراہا۔

"کیا ہوا؟ کیا تمہارے سر میں درد ہو رہا ہے؟"

"یہ اینجائنا کا درد ہے! میں صفائی کی گذشتہ محنت طلب مہموں کے دوران اس مرض میں مبتلا ہوا تھا۔ اور جب بھی کوئی مجھے ایسی خبر سناتا ہے' مجھے اینجائنا کا درد آگھیرتا ہے۔"

"اوہ' تم مکر کر رہے ہو۔ شاید تم محنت سے جان چرانا چاہتے ہو اور کام نہیں کرنا چاہتے۔"

بلا سنی ان سنی کرتا ہوا پہلے تو پگوڈا نما درخت کا اوپر سے لے کر نیچے تک جائزہ لیتا رہا' اور پھر نرسل کے پودوں اور بید مجنوں کے بوڑھے پیڑوں کی طرف دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے رکھائی کا اظہار کرنے کے لئے اپنی ایک آنکھ ٹیڑھی کرتے ہوئے سرد لہجے میں

کہا، "تم تو محنت مشقت سے بڑا شغف رکھتی ہو اس لئے یہ کام خود کر سکتی ہو۔ میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

بطخ تذبذب میں مبتلا ہو گئی، "کیوں؟ کیا تم اپنے ماحول کو خوب صورت بنانے میں دوسروں کا ہاتھ نہیں بٹانا چاہتے؟ اپنا کمرا دیکھو، کتنا گندہ ہے۔ تمہیں اس کی بھرپور صفائی کرنی چاہئے۔ اس روز میں تمہارے دروازے کے سامنے سے گزری تو....."

"اوہ، یہ تمہارا دردِ سر نہیں ہے۔" بلے نے کہا اور اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

اب تو بطخ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ وہ شاذ و نادر ہی اس قدر پریشان ہوتی تھی، "تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر شخص کو اپنے دوستوں کی مدد کرنی چاہئے اور اجتماعی بہبود کے لئے اپنا حصہ ادا کرنا چاہئے۔"

"تم کوئی استانی ہو؟" بلے نے پوچھا۔ وہ ٹس سے مس تک ہونے کو تیار نہیں تھا۔

بطخ کو اتنا غصہ آیا کہ اس کے منہ سے کوئی اور لفظ نہ نکل سکا، اور وہ مڑ کر جانے لگی۔

"ہیلو، بطخ، اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ آؤ، کچھ دیر اور باتیں کریں۔" بلے نے پیچھے سے عیارانہ انداز میں آواز لگائی۔

"چونکہ تم صفائی کی مہم میں ہمارے ساتھ شامل نہیں ہونا

چاہتے' اس لئے میں تم سے بات کرکے وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔"

"اوہ' دیکھو تو سہی کون آرہا ہے؟" بلے کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس نے جیسے ہی اپنا سر اٹھایا' اسے دور سے دو ہیولے اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔

یہ دیکھ کر بطخ کو یاد آیا کہ اس نے وہاں خاصا وقت لگا دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ دونوں اسے ہی تلاش کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔

"وہ کون ہیں؟" بلے نے پوچھا۔

"شاید وہ بہن ہنسنی اور بھائی مرغا ہیں۔"

"اوہ۔" بلا مایوس ہو گیا۔ وہ محض بطخ کو پریشان کرنے میں دلچسپی رکھتا تھا جو اب صابن کے جھاگ کی طرح کافور ہو گئی۔

دونوں ہیولے بڑے ہوتے گئے حتیٰ کہ ان کی شکلیں واضح طور پر نظر آنے لگیں۔ ایک کی گردن لمبی تھی اور دوسرے کے سر پر ایک بڑی سی کلغی تھی۔

"خدا حافظ۔" بطخ نے نرمی سے سر ہلاتے ہوئے بلے سے کہا۔

لیکن بلا اپنی آنکھیں بند کئے رہا اور اس کے چہرے پر دوستانہ

جذبے کی ہلکی سی جھلک تک نہیں ابھری۔

بطخ بھد بھد کرتی ہوئی اپنے دوستوں کا خیر مقدم کرنے کے لئے آگے بڑھی۔ وہ بہت خوش مزاج اور ملنسار تھی' اور سب سے اپنائیت سے ملتی تھی۔

"ہیلو' بہن ہنسنی اور بھائی مرغے!" اس نے دور ہی سے آواز لگاتے ہوئے ان کا خیر مقدم کیا' "مجھے بہت افسوس ہے کہ جلدی واپس نہ آسکی۔ میں ابھی ابھی غسل سے فارغ ہوئی تھی' اور پھر جھیل کے کنارے بلے سے باتیں کرنے لگی۔ اس وقت سے ہم دونوں گفتگو میں مصروف تھے۔ بھائی بلا بھی اب تک یہیں ہے۔"

"ہونہہ! میرے لئے یہ لفظ مت استعمال کرو۔ میں تمہارا بھائی کیسے بن گیا؟" بلے نے گھاس اکھیڑ کر منہ میں بھر لی' اور اسے چبا کر تھوک دیا۔ لیکن بطخ اس کا جملہ نہ سن سکی۔

ہنسنی اپنے موٹے جسم کو گھسیٹتی ہوئی آگے بڑھی اور اپنی کھردری آواز میں بولی' "جلدی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کل بہن مرغی کیڑے پکڑنے کے لئے باغ میں گئی تھی تو اسے بارش نے آلیا تھا۔ اسے بخار ہو گیا اور اب وہ بستر پر پڑی ہوئی ہے۔ ہم تم سے یہ پوچھنے آئے ہیں کہ کیا ہمیں صفائی کا کام کسی دوسرے دن پر ملتوی کر دینا چاہئے؟ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اوہ، ارے ....." بطخ مرغی کی علالت کی خبر سن کر اس قدر حواس باختہ ہوئی کہ اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔

"ہم نے ایک ڈاکٹر کو بلایا تھا۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ تشویش کی کوئی بات نہیں ہے، لیکن اس کے لئے ایک ہفتے تک آرام کرنا ضروری ہے۔" مرغے نے جو ایک مشہور گلوکار تھا، اپنی کھنک دار آواز میں کہا۔

اگرچہ بلا ان سے کچھ دور بیٹھا ہوا تھا، لیکن وہ ان کا ہر لفظ سن سکتا تھا۔ تاہم وہ مرغے کی کھنک دار "ککڑوں کوں" سے قطعاً متاثر نہیں ہوا کیونکہ اسے اس میں یکسانیت نظر آتی تھی۔ اس کے خیال میں اس کی "میاؤں میاؤں" مرغے کی آواز سے کہیں زیادہ دل کش تھی۔

بطخ، ہنسنی اور مرغا تینوں اپنائیت سے باتیں کرتے ہوئے، قہقہے لگاتے ہوئے اپنے گاؤں کی طرف چل پڑے۔

بلا پگوڈا نما درخت کے نیچے بیٹھا رہا۔ اگرچہ وہ تنہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ان کے ساتھ نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے کھسکے بغیر پلکیں جھپکاتے ہوئے انہیں جاتا دیکھتا رہا۔

لیکن وہ تینوں شمشاد کے پیڑ کے گرد گھومتے ہوئے واپس پلٹ پڑے۔

انہیں واپس آتے دیکھ کر وہ چوکنا ہو کر ان کی سن گن لینے لگا۔

"میں اس تجویز سے پوری طرح متفق ہوں کہ صفائی کے کام کو دو ہفتوں کے لئے ملتوی کر دیا جائے تاکہ بہن مرغی کو آرام کے لئے زیادہ وقت مل سکے۔ میرے خیال میں عجلت بازی کسی بھی طرح سود مند ثابت نہیں ہوتی۔" بطخ نے کھڑکھڑاتے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ہنسنی نے اپنی کھردری آواز میں کہا' "میں تم سے اتفاق کرتی ہوں۔"

"لیکن میری تجویز یہ ہے کہ اگر وہ اتوار تک صحت یاب نہ ہو سکے تو ہمیں اس کے بعد انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے حصے کی صفائی میں کر دوں گا۔" مرغے نے کہا۔

"نہیں' نہیں' ہمیں تکالیف اور خوشیوں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔" بطخ نے متانت سے کہا' "اگر بلا ہمارا ہاتھ بٹا دے تو بہت اچھا ہو۔"

"ہاں' اسی لئے میں اسے اپنے ساتھ شریک کرنے کی ترغیب دینا چاہتی ہوں۔" ہنسنی نے اپنی لمبی گردن کو پھیلاتے ہوئے کہا' "اگر وہ رضامند ہو جائے تو بہن مرغی کی عدم موجودگی کے باوجود یہ کام خوش اسلوبی سے مکمل ہو جائے گا۔"

"بہت اچھا خیال ہے! ہمیں اسے اپنے ساتھ شامل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔" مرغے نے اپنی چونچ سے اپنے پر سنوارتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہمیں اس سے بہت نرمی اور تحمل سے گفتگو کرنی ہوگی۔" بطخ نے انہیں دھیمی آواز میں مشورہ دیا' لیکن اس کے کھڑکھڑاتے لہجے کی وجہ سے بلے نے اس کا یہ جملہ سن لیا۔

اب جب کہ بلے کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ واپس کیوں آئے تھے تو وہ بجھ سا گیا' اور جھوٹ موٹ آنکھیں بند کر کے سو گیا۔

"بھائی بلے!" ہنسنی' بطخ اور مرغے نے اس کی طرف دوڑتے ہوئے اسے دوستانہ لہجے میں آواز دی۔

"خررر ....." بلا خراٹے لیتا رہا۔

"میرے خدا' اسے اتنی جلدی نیند آ گئی؟" بطخ نے حیرانی سے پلکیں جھپکتے ہوئے کہا۔

ہنسنی نے اپنی لمبی گردن کو آگے کی طرف بڑھاتے ہوئے نیچے بلے کی طرف دیکھا۔ وہ اسے جگانا چاہتی تھی لیکن اس کی بدمزاجی کے پیش نظر اسے ہمت نہیں ہوئی۔

"ہمیں کوئی ترکیب کرنی چاہئے کہ اسے چھینک آ جائے۔" مرغے نے مشورہ دیا' "مجھے یقین ہے کہ اس طرح وہ

جاگ جائے گا۔" مرغے نے اپنی چونچ سے گھاس کا ایک تنکا اٹھایا جسے وہ بلے کی ناک میں گھسیڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"نہیں، نہیں،" بطخ نے اسے روکتے ہوئے کہا، "اس سے اسے تکلیف پہنچے گی اور مجھے بھی دکھ ہو گا۔"

"بہرحال، ہمیں کوئی طریقہ تو سوچنا ہی پڑے گا....."

ہنسنی نے اپنا سر اٹھایا اور اپنی گردن پھیلاتے ہوئے سوچ میں ڈوب گئی۔

"ایک طریقہ ہے..... تمہاری کیا رائے ہے؟" مرغے نے اپنے پنجے سے اپنے خوب صورت پروں کو سنوارتے ہوئے کہا، "میرے خیال میں بلا غلط فہمی کا شکار ہوا ہے۔ اس نے سوچا ہو گا کہ رات ہو گئی ہے، جب کہ سورج جنگلوں، باغوں اور کھیتوں پر، ہر جگہ چمک رہا ہے۔ اب ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ میں اپنی 'ککڑوں کوں' کی آواز بلند کرتا ہوں۔ اس طرح یقیناً اس کی آنکھ کھل جائے گی۔"

"یہ ایک اچھا خیال ہے!" ہنسنی نے اپنی لمبی گردن کو جھلاتے ہوئے اس سے اتفاق کیا۔

"لیکن تمہیں بلند آواز میں گانا ہو گا ورنہ تمہارا گیت اس کے خراٹوں میں دب کر رہ جائے گا۔" بطخ یہ سمجھ رہی تھی کہ بلا واقعی سو رہا

ہے۔

مرغے نے اپنا سر بلند کیا' اپنی کلغی ہلائی اور گردن کے گرد پھیلے ہوئے پروں کو پھلاتے ہوئے گانے لگا:

ککڑوں کوں!
صبح وقت پر سویا کرو'
اور صبح سویرے اٹھ جایا کرو'
صبح کا سورج اپنے مسکراتے چہرے کے ساتھ تمہارا
خیر مقدم کرے گا!

لیکن بلا بیدار نہیں ہوا' بلکہ اس کے خراٹوں کی آواز اور زیادہ بلند ہو گئی۔ یہ دیکھ کر بطخ کو بہت حیرت ہوئی اور وہ اپنی گردن نیچی کر کے بلے کا جائزہ لینے لگی' گویا اس کی بینائی کم زور ہو۔ اس نے دیکھا کہ بلا گہرے گہرے سانس لے رہا ہے جس کے ساتھ اس کا سینہ بھی تیزی سے اوپر نیچے حرکت کر رہا ہے اور اس کی آنکھیں بند ہیں۔

ہنسنی اپنا سر اٹھائے ہوئے گردن سیدھی کر کے خاموشی سے اپنی سوچ میں ڈوبی رہی۔

مرغے کا گیت جاری رہا:

ککڑوں کوں!
تم صبح کا بیش قیمت وقت سو کر ضائع کر رہے ہو'
کاہل لڑکے' تمہیں کوئی پسند نہیں کرے گا'
یہاں تک کہ سورج بھی تمہیں دیکھ کر سیاہ بادلوں
کے پیچھے چھپ جائے گا!

اس بار بھی مرغے کی ترکیب کام نہ آئی' اور بلے کے جسم میں ذرا سی بھی حرکت نہیں ہوئی۔

بطخ پریشانی کے عالم میں آنکھیں پھاڑے بلے کو دیکھتی رہی جب کہ ہنسنی مضطربانہ انداز میں کبھی آگے بڑھتی اور کبھی پیچھے ہٹ جاتی۔

اس وقت تک بلے کی چال مرغے کی سمجھ میں آچکی تھی۔ وہ جھوٹ موٹ سو رہا تھا۔

اب مرغا بلے سے نرمی نہیں برت سکتا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنی چونچ بلے کے کان سے لگادی اور کسی بہادر بگلچی کی طرح بلند آواز میں کڑکڑانے لگا۔

بلا اچھل پڑا۔ اس نے بے زاری سے ان تینوں کی طرف دیکھا۔

"صبح بخیر، بھائی بلے۔" بطخ نے کہا۔

"بھائی بلے، تم کیسے ہو؟" ہنسی نے پوچھا۔

"بھائی بلے، صبح جلدی اٹھا کرو تاکہ تمہاری صحت اچھی رہے۔" مرغے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے اس کی فکر نہیں ہے۔" بلے نے غصے سے کہا، "تم مجھ سے یہ کہنے آئے ہو کہ میں صفائی کی مہم میں تمہارا ہاتھ بٹاؤں۔ ٹھیک ہے۔ اگر تم مجھے ایک مقابلے میں ہرا دو گے تو میں تمہیں مان جاؤں گا۔ جو بھی جیتے گا، وہ مجھے کوئی بھی کام کرنے کا حکم دے سکتا ہے، حتیٰ کہ میں کسی لمبی گلی یا پورے چوک کی صفائی کرنے کو تیار ہو جاؤں گا۔"

ہنسی نے اپنا سر جھکاتے ہوئے دھیرے سے پوچھا، "بھائی بلے، یہ کس قسم کا مقابلہ ہو گا؟"

"دوڑ کا مقابلہ!" بلے نے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" بطخ نے احتجاج کیا، "تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم تینوں کی دو دو ٹانگیں ہیں، اور ہماری رفتار چچی گائے کی رفتار سے بھی سست ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر مجھ سے اپنا کوئی کام کرانے کی توقع مت کرو۔" بلے نے اپنا منہ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ صفائی کی مہم سے سب کو، تمہیں بھی فائدہ پہنچے گا۔" بطخ نے کہا۔

"مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔" بلے نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا، جیسے اس کے پاس کوئی اور موجود ہی نہیں تھا۔

"تم دھاندلی کر رہے ہو۔" مرغے نے کہا۔

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" بلے نے اس کی طرف مڑتے ہوئے حقارت آمیز انداز میں کہا۔

مرغا اس سے قطعاً مرعوب نہیں ہوا اور ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے بولا، "تو کیا تمہارے خیال میں یہ مناسب ہو گا کہ تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے، دوسروں کو کام کرتے دیکھتے رہو اور وہ تمہارے لئے گلیوں اور سڑکوں کی صفائی کرتے رہیں؟"

"لیکن تم سے یہ احمقانہ کام کرنے کو کس نے کہا ہے؟"

"تمہارے خیال میں چالاکی کا تقاضا یہی ہے کہ کھاؤ، کھیلو اور ادھر ادھر بے معنی گفتگو کرتے پھرو؟"

بلے کے پاس ان الفاظ کا کوئی جواب نہیں تھا لیکن اس کا پارہ اور زیادہ چڑھ گیا۔ اس نے اپنے نتھنے پھلاتے ہوئے دم کو جھٹکا اور پھر نیچے بیٹھ گیا۔

بطخ یہ دیکھ کر بدحواس ہو گئی اور اس نے جلدی سے کہا،

"لیکن بھائی بلے، ہم تمہیں اپنے ساتھ شریک کرنے کے لئے دعوت دینے آئے ہیں؟"

"میرا دماغ مت کھاؤ! جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے ہاتھ میں جھاڑو اٹھاؤں، اسے دوڑ میں میرا مقابلہ کرنا ہوگا۔"

"لیکن،" ہنسی نے تحمل کے ساتھ اسے سمجھانے کی کوشش کی، "تم انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتے ہو۔ ہم تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تمہیں ایسی سخت شرائط پیش نہیں کرنی چاہئیں۔"

یہ تعریفی الفاظ سن کر بلا بہت خوش ہوا، لیکن اس سے اس کی تشفی نہ ہوئی۔

"لیکن میری تیز رفتاری میری واحد خوبی نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں، مجھے معلوم ہے کہ تم چھلانگ لگانے میں بھی زبردست مہارت رکھتے ہو۔ تم زمین سے چھلانگ لگا کر چاند تک پہنچ سکتے ہو۔" مرغے نے دانستہ طور پر مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"تمہارے خیال میں میں صرف ایک کھلاڑی ہوں؟"

"نہیں، نہیں،" بطخ نے بوکھلا کر کہا، اسے ڈر تھا کہ کہیں بلا پھر اشتعال میں نہ آجائے، "تم، تم ..... ایک سیاح بھی ہو،

اور اکثر دور دراز کا سفر کرتے رہتے ہو۔"

"میاؤں،" بلے نے مسکراتے ہوئے کہا، "لیکن یہ بھول گئیں کہ میں ایک اچھا گلو کار بھی ہوں۔"

بطخ نے مڑ کر مرغے کی طرف دیکھا، اور اسے احساس ہوا کہ وہ غصے میں بھرا بیٹھا ہے۔ اس خوف سے کہ وہ دونوں جھگڑ نہ پڑیں، اس نے جلدی سے کہا، "ہاں، ہاں، بھائی بلا نچلے سروں کا گلو کار ہے، اور بھائی مرغا اونچے سروں کا گلو کار ہے۔"

"تم اپنے بارے میں کیا کہتی ہو؟" بلا جان بوجھ کر بطخ کے لئے مشکلات پیدا کر رہا تھا کیوں کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس کی قوت ارادی بہت کم زور ہے۔

بطخ اپنی چونچ اوپر اٹھاتے ہوئے چند ثانیوں تک کچھ سوچتی رہی، پھر اس نے کہا، "جہاں تک میرا تعلق ہے، میں ایک تیراک ہوں یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ میں مچھلیاں پکڑنے میں ماہر ہوں۔ اور یہی صفات ہماری بہن ہنسنی میں بھی ہیں۔"

"لیکن تمہیں یہ معلوم نہیں کہ میں مچھلیاں پکڑنے میں بھی مہارت رکھتا ہوں۔" بلے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بطخ الجھن میں پڑ گئی۔ اس نے اپنی بھویں سکیڑتے ہوئے ہنسنی کی طرف دیکھا، جیسے اس سے پوچھ رہی ہو، "کیا اس نے کبھی جھیل میں

کوئی مچھلی پکڑی ہے؟ کیا وجہ ہے کہ میں نے اسے ایک بار بھی مچھلی پکڑتے نہیں دیکھا؟"

مرغے کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اور وہ شیخی باز بلے کو مطعون کرنے کا یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا' "ہاں' یہ درست ہے۔" اس نے کہا' "ایک دن میں جھیل کے کنارے سے گزر رہا تھا تو میں نے تمہیں ایک کارپ مچھلی پکڑتے دیکھا تھا جس کا وزن تقریباً سو پونڈ تھا' اور اس کی دو لمبی مونچھیں تھیں۔ واقعی مچھلیاں پکڑنے میں تمہارا کوئی ہم سر نہیں ہے۔"

"نہیں' تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے جھیل کے اندر کبھی مچھلی نہیں پکڑی بلکہ صرف کنارے ہی سے شکار کرتا ہوں۔" بلے نے مرغے کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کی اصلیت کھل نہ جائے۔ "مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک بڑے منہ اور خوب صورت چھلکوں والی کپا مچھلی اور ایک کروشین کارپ * پکڑی تھی۔ اوہ' کارپ بہت خوش ذائقہ ہوتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس کے منہ میں رال بھر آئی جسے اس نے فوراً نگل لیا۔

"معاف کرنا' میرا حافظہ بہت کمزور ہے۔" مرغے نے

---

* وسطی یورپ کی گہرے زرد رنگ کی مچھلی جو کارپ کی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔

کہا۔ اس نے ہنسنی اور بطخ کی طرف دیکھا اور اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا' ''اب ہمیں اس ماہر سے یہ درخواست کرنی چاہئے کہ وہ ہمارے سامنے اپنی ماہرانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرے۔''

بلے کی ناک پھڑکنے لگی' اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کا کیا جواب دے۔ تاہم اسے احساس ہو گیا کہ اس کے پاس ''ہاں'' کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

''اوہ' بہت شان دار!'' ان تینوں نے اس کے فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔

مرغے نے اپنے بازو پھڑپھڑائے' اور ہنسنی اور بطخ نے اپنے گرد دھول اڑاتے ہوئے اس کی تقلید کی۔

''مجھے کیا کرنا ہو گا؟'' بلے نے قدرے جھینپتے ہوئے کہا۔

مرغا نرسلوں والے تالاب کی طرف چل پڑا' اور اس کی دونوں دوست بھی اس کے پیچھے چل پڑیں۔ بلے کے پاس اب کوئی راہ فرار نہیں تھی' چناں چہ وہ بھی جھجکتا ہوا ان کے پیچھے ہو لیا۔ تالاب کے کنارے پہنچ کر وہ بیٹھ گیا اور مچھلی پکڑنے کے لئے اپنی دم پانی میں ڈال دی۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور یہ کہ وہ انہیں دھوکا نہیں دے سکے گا۔ تاہم' اس کے پاس کوئی متبادل نہیں تھا۔

وقت آگے کی طرف بڑھتا رہا' لیکن کوئی مچھلی اس کے ہاتھ

نہیں آئی۔

چوں کہ بلے کی دم اتنی دیر تک ٹھنڈے پانی میں ڈوبی ہوئی تھی، اس لئے وہ سردی سے ٹھٹھرنے لگا۔ "مجھے شیخی نہیں بگھارنی چاہئے تھی۔" اس نے خود کو ملامت کی۔ پھر وہ اپنی جان بچانے کے لئے کوئی موثر ترکیب سوچنے لگا۔

اچانک وہ ایک گانا گانے لگا:

مچھلیو، مچھلیو، مہربانی کر کے میرے کانٹے میں پھنس جاؤ،
میری اچھی اور پرانی دوستو،
تم میں سے کوئی بھی، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، میرے کام آسکتی ہے،
دیکھو، تمہارے لئے تیل سے بھری ہوئی ایک کڑھائی تیار رکھی ہے،
مجھے ایک کروشین کارپ کی ضرورت ہے، تاکہ میں اسے سبز پیاز کے ساتھ بھون کر کھاسکوں،
میرے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے،

بطخ اس کے گیت سے خاصی متاثر ہوئی اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا، "واہ، یہ کتنا خوش مزاج مچھیرا ہے!"

"میرے خیال میں تو وہ اتنا خوش نہیں ہے' جتنا کہ ظاہر کر رہا ہے۔" ہنسنی نے کہا' "وہ تو گریہ کرنے کے انداز میں گا رہا ہے۔"

"یہ کیسا گیت ہے؟" مرغے نے ناگواری سے پوچھا' "اس میں تصنع جھلک رہا ہے!"

ٹھیک اس وقت جب کہ بلا اس جنجال میں گرفتار تھا' ایک بام مچھلی تیرتی ہوئی سطح آب پر آئی' اور اس نے بلے کی دم کو پتنگا سمجھتے ہوئے اس پر دانت گاڑ دئے۔

بلا درد سے تڑپ اٹھا اور اس نے گھبرا کر اپنی دم کو تیزی سے اوپر کی طرف اٹھایا تو اس کے ساتھ ساتھ مچھلی بھی اچھل کر اوپر خشکی پر آ گری۔

اگرچہ بلے کی دم میں شدید درد ہو رہا تھا لیکن یہ منظر دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں' "آہا' دیکھو یہ کیا ہے؟ ایک بڑی بام مچھلی' اوں؟"

"تم واقعی ایک ماہر مچھیرے ہو۔" سب سے پہلے بطخ نے اس کی تعریف کی۔

ہنسنی نے پہلے اثبات میں اور پھر نفی میں سر ہلایا۔ بلے کی اہلیت کے بارے میں اس کے ذہن میں اب بھی شبہات موجود تھے۔

مرغے کا چہرہ زرد پڑ گیا' وہ اتنا ناخوش تھا کہ اس کی کلغی تک ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔

بلا فخر سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ وہ پگوڈا نما درخت پر چڑھ گیا'

اور پھر نیچے اتر کر گھاس پر دوڑنے اور قلابازیاں کھانے لگا۔ وہ اپنے اس کارنامے پر اس قدر خوش تھا کہ اپنی دم کے زخم تک کو بھول گیا۔

"میں ایک بلا ہوں۔ میں ایک ہی جھپٹے میں تیرہ چوہے پکڑ چکا ہوں' اور اپنی دم کے ایک ہی جھٹکے سے ایک بام مچھلی کا شکار کر چکا ہوں۔" بلا اتنا خوش تھا کہ وہ بار بار یہی الفاظ دہراتا رہا جیسے وہ اپنا یہ کارنامہ پوری دنیا کو سنانا چاہتا ہو۔

اتفاق سے اس وقت ایک گوریا بھی جو بید مجنوں کی ایک جھولتی ہوئی شاخ پر بیٹھی گانا گا رہی تھی' اس جعلی کارروائی کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ اگرچہ اس کی قوت شامہ کمزور تھی لیکن اس کی بینائی بہت تیز تھی۔ چنانچہ وہ بلے کی چال کو بے نقاب کرنے پر مجبور ہو گئی' اور کسی چھوٹی سی گیند کی طرح اڑتی ہوئی نیچے اتر آئی۔

"ہیلو' پیارے بلے' میں تم سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ تمہاری دم پر کیا لگا ہوا ہے' ایک بڑا سا سرخ پھول؟ عمدہ کارکردگی کا یہ اعزاز تمہیں کس نے دیا ہے؟"

گوریا کے الفاظ سن کر ہنسنی' بطخ اور مرغا چونک پڑے۔ انہوں نے دیکھا کہ بلے کی چنتکبری دم پر خون جما ہوا ہے۔

گوریا کا تبصرہ سن کر بلے کو بھی اپنی دم میں تکلیف محسوس ہونے لگی۔ تاہم جب اسے یہ یاد آیا کہ وہ ایک ہی جھپٹے میں تیرہ چوہے

پکڑنے والا ہیرو ہے تو وہ اپنی تکلیف کو نظرانداز کرتے ہوئے بولا'
''اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ بات صرف اتنی سی ہے کہ میں نے اپنی دم پر بیٹھے ہوئے ایک بھونرے کو کاٹ لیا تھا تو اتفاق سے یہ زخم لگ گیا۔''

''شاید تمہارے دانت بھی بام مچھلی کے دانتوں کی طرح خوفناک ہیں۔'' گوریا نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

مرغے نے بھی اس پر طنز کیا' ''ہمارا بھائی بلا بہت بہادر ہے۔ وہ اس قسم کے زخموں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اگر اسے کوئی شیر کاٹ کھائے تو بھی اسے معمولی سی چبھن محسوس ہوگی جیسے کسی چھوٹے سے مچھر نے ڈنک مارا ہو۔''

بلا تلملا گیا۔ وہ جوابی حملہ کرنا چاہتا تھا' لیکن وہ اپنی دم پر لگے ہوئے زخم کو چھپا نہیں سکتا تھا۔

''بہرحال' میں نے ایک بام مچھلی پکڑ لی ہے۔'' اس نے کہا۔ پھر اس نے اپنی ایک آنکھ بھینچتے ہوئے موضوع تبدیل کر دیا' ''بعد میں کسی وقت میں تم سب کو کھانے پر بلاؤں گا۔ آؤ' پہلے بن کوی سے ملنے چلتے ہیں۔''

''تمہارا بہت شکریہ۔ میں بام مچھلی سے اوب چکی ہوں' سب تم کھالو۔'' بطخ نے کہا۔ اسے اچانک یہ یاد آ گیا تھا کہ وہ اپنے

چوبی تسلے میں دھلائی کے لئے کچھ کپڑے چھوڑ آئی تھی۔ چنانچہ وہ اب وہاں نہیں رکنا چاہتی تھی۔

تاہم ہنسنی ابھی نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ کاہل اور مغرور بلا دانش منداور پڑھی لکھی کوی سے ملاقات کرے گا تو اس پر اس کا اچھا اثر پڑے گا۔ چنانچہ اس نے کہا' "چلو' چلتے ہیں۔"

مرغے نے سوچا کہ ایک ماہ قبل جب وہ اور کوی باغ میں کیڑے پکڑ رہے تھے تو دونوں اچھے دوست بن گئے تھے۔ بعد میں دونوں بہت مصروف رہے' اس لئے خاصے طویل عرصے تک ان کے درمیان ملاقات نہیں ہوئی۔ اسے یہ تجویز بہت پسند آئی' اور اس نے کہا' "چلو' چلتے ہیں۔"

گوریا خاموش رہی' لیکن وہ بے قراری سے اپنے سر کو اوپر نیچے' دائیں بائیں حرکت دیتی رہی۔ اسے معلوم تھا کہ ہنسنی' بطخ اور مرغا مغرور بلے کی چالاکیوں سے نمٹ نہیں سکتے۔

وہ جنگل میں چلتے ہوئے شمشاد کے پیڑ کے پاس پہنچے۔

بلا جب کبھی اس پیڑ کے سامنے سے گزرتا تو ہر بار اس کے ذہن میں یہی خیال آتا کہ ایک دن میں اس پیڑ پر ضرور چڑھوں گا' بلکہ اگر میں اڑ کر اوپر پہنچ سکوں تو اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی۔ اور وہاں پہنچ کر میں بہن کوی سے ملاقات کروں گا۔ چونکہ اس کا گھر بلندی پر

ہے' اس لئے وہاں سے نیچے کا منظر دیکھنے میں بہت لطف آئے گا۔ وہاں سے میں یقیناً نیلے سمندر کو دیکھ سکوں گا۔ سنا ہے کہ اس کا گھر بہت نفاست سے سجایا گیا ہے۔ کاش مجھے اس کے نرم بستر پر سونے کا موقع مل جائے! اور اگر اس کے کمرے میں دو چھوٹے انڈے مل جائیں تو میرے وارے نیارے ہو جائیں گے!

کوی نے فن تعمیر کی کتاب کا مطالعہ ابھی ابھی ختم کیا تھا۔ وہ جماہیاں لیتی ہوئی اپنی آنکھیں ملنے لگی۔ پھر جب وہ نیچے کا منظر دیکھنے کے لئے کھڑی ہوئی تو اسے پیڑوں کے درمیان ایک عجیب سی ٹکڑی آتی دکھائی دی۔ بلاسب سے آگے تھا' اور اس نے بڑی شان سے اپنی دم اوپر اٹھا رکھی تھی۔ کوی کو اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ کس مقصد کے تحت اس کے پاس آ رہے تھے۔

عین اسی وقت گوریا اڑ کر اس کے پاس پہنچی' اور اس نے اسے اصل صورت حال سے آگاہ کیا۔

کوی نے مسکراتے ہوئے کہا' "شاید بلا کوئی ہنگامہ کھڑا کرنا چاہتا ہے۔"

"ہاں'" گوریا نے اس سے اتفاق کیا' "اس کی آنکھیں ہمیشہ ماتھے پر چڑھی ہوتی ہیں' اور وہ ہر ایک کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔"

کوی نے متانت سے کہا، "تو پھر ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے تاکہ وہ یہ سمجھ سکے کہ آنکھوں کو ناک کے دونوں طرف رہنا چاہئے۔"

بلا اس وقت شمشاد کے پیڑ کے سامنے کھڑا ہوا اس کے سیدھے تنے کا جائزہ لے رہا تھا جس کی شاخیں مضبوط اور گھنی تھیں۔ وہ پیڑ کو تعریفی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ یہاں رہتا ہوتا تو اس کے تنے پر جلی حروف میں یہ الفاظ کندہ کر دیتا:

بلوں بلیوں کے بادشاہ کی رہائش گاہ
- ایک عظیم معمار

اس کا خیال تھا کہ کوی محض کتابی کیڑا ہے، اور اس شاندار رہائش گاہ کی مستحق نہیں ہے۔

"ہیلو، بھن کوی۔" بلے نے پیڑ کے نیچے سے اسے آواز دی۔ وہ خرخر کرتے ہوئے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کوی اس سے بہت بے تکلف ہے۔ "تمہیں اتنی سخت محنت نہیں کرنی چاہئے۔ اس طرح تمہاری صحت تباہ ہو جائے گی اور تم پر اکتاہٹ طاری ہو جائے گی۔ ذرا نیچے اتر کر ہمارے ساتھ تھوڑی سی چہل قدمی

کرلو۔"

کوی نے اپنا سر باہر نکالا۔ بلے کے چہرے سے عیاری ٹپک رہی تھی۔ اس کی ناک مسلسل پھڑک رہی تھی' مونچھیں تنی ہوئی تھیں' آنکھیں نیم وا تھیں اور دم تیزی سے گھوم رہی تھی۔ ان علامات سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ اس کی نیت اچھی نہیں ہے۔

"بھائی بلے' میں تمہاری ممنون ہوں کہ تم میرا اتنا خیال رکھتے ہو!" کوی نے گوریا کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ گوریا بہت باتونی ہے' اس لئے وہ اسے خاموش رکھنا چاہتی تھی۔ "لیکن میں تو ذرا سی بھی تھکن محسوس نہیں کر رہی ہوں۔ مجھے مطالعے میں بہت لطف آتا ہے۔"

کوی کے یہ الفاظ سن کر بلے کا حوصلہ بڑھ گیا۔ عام طور پر جب اس کی کوی سے ملاقات ہوتی تھی تو وہ سنجیدگی اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ اسے تنبیہ کرتی تھی یا ڈانٹا کرتی تھی۔ لیکن آج صورت حال مختلف تھی کیونکہ وہ نرمی اور خوش دلی کے ساتھ گفتگو کر رہی تھی۔

"تم کس کتاب کا مطالعہ کر رہی ہو؟ شاید اس میں دلچسپ کہانیاں ہوں گی' ہمیں اس میں سے کوئی کہانی سناؤ گی؟" بلے کے لہجے سے یہ عیاں تھا کہ وہ اچھے موڈ میں ہے۔ وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ

صبح خوش گوار ہے' اور یہ کہ وہ آج بہت تفریح کر چکا ہے۔

جب ہنسنی' بطخ اور مرغے نے دیکھا کہ کوی کہانی سنانے پر تیار ہو گئی ہے تو وہ بہت خوش ہوئے' خاص طور پر بطخ کو کہانیاں سننے کا بہت شوق تھا۔

بلے نے اپنی دم کو جھٹکا دیا' ''بہن کوی' تمہارا بہت شکریہ' اب کہانی سناؤ۔'' اس نے کہا۔

''سناتی ہوں' سناتی ہو۔'' کوی نے کہا۔ پھر اس نے اپنی میٹھی آواز میں کہانی شروع کی:

''ایک گاؤں میں ایک بلا رہتا تھا ....''

''بلا؟'' بلے کی توجہ دوچند ہو گئی اور وہ سانس روک کر اپنے دیدے گھمانے لگا۔

''وہ ذہین مگر کاہل تھا۔ اس کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ مغرور تھا۔ تاہم وہ ایک اچھا کھلاڑی تھا' اور دوڑ اور چھلانگ میں بہت سے انعامات جیت چکا تھا۔''

''شان دار!'' بلا خوشی سے چیخ پڑا۔ اسے کہانی اتنی دلچسپ لگی کہ وہ بے اختیار پوچھ بیٹھا' ''کیا وہ ایک اچھا گلوکار بھی تھا؟''

''ہاں' وہ ایک اچھا گلوکار بھی تھا۔'' کوی نے جواب دیا' ''مہربانی کر کے اب بیچ میں مت بولنا' میں آگے بڑھتی ہوں ——

''اس کے گیت بہت مقبول تھے' خاص طور پر اس کی لوری خرخررر .... ' - ایک بار اس نے موسیقی کے ایک بہت بڑے مقابلے میں حصہ لیا۔ اور جب اس نے اپنا یہ گانا گایا تو تمام تماشائی جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی' درمیان ہی میں سو گئے' لیکن وہ جاگتا رہا' اور اپنے گانے کے بارے میں حساب کتاب کرتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چار اور تین مل کر سات ہوتے ہیں یا نہیں۔ چناں چہ وہ جاگتا رہا' اور نتیجے کے طور پر پہلا انعام اسی کو ملا۔''

''واہ' واہ' شان دار! کیا اسے طلائی تمغہ ملا تھا!'' دیانت دار بطخ اپنی ہنسی پر قابو نہ پا سکی۔ وہ اتنے زور سے ہنس رہی تھی' گویا وہ انعام خود اس نے جیتا تھا۔

کوی نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا کیوں کہ وہ اپنی کہانی

جاری رکھنا چاہتی تھی۔

تاہم بلا خوشی سے اس قدر سرشار تھا کہ ایک بار پھر پوچھ بیٹھا'

"کیا وہ سیاح بھی تھا؟"

کوی کچھ سوچتی رہی' اور پھر اس نے اپنی کہانی آگے بڑھائی:

"ٹھیک ہے' وہ ایک عظیم سیاح تھا۔ وہ وسیع و عریض چراگاہوں اور جنگلوں سے گزر چکا تھا' بڑے بڑے صحراؤں کو پار کر چکا تھا' ایک ۲۳۰۰۰ فیٹ بلند چوٹی سر کر چکا تھا' حتیٰ کہ دس ہزار فیٹ سے بھی زیادہ گہرے سمندر کی تہ میں اتر چکا تھا۔"

"شان دار! شان دار! میرے خیال میں وہ ایک ماہر مچھیرا بھی تھا۔" بلے نے طمانیت سے کہا۔

بلے کی خود پسندی کے پیش نظر کوی نے اس کی تسکین کی خاطر کہنا شروع کیا:

"یقیناً' وہ ایک ماہر مچھیرا تھا۔ اس نے ایک بار ایک بام مچھلی پکڑی تھی۔"

یہ سن کر بلا خوشی سے پھول کر کپا ہو گیا' اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہوا میں اڑ رہا ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا' "کیا وہ بہت اچھی پرواز بھی کرتا تھا؟"

اس بار کوی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس کا کیا جواب دے۔ اس نے کچھ دیر تک سوچنے کے بعد جواب دیا:

"میرے خیال میں وہ سب سے زیادہ بہادری کے ساتھ پرواز کرتا تھا۔"

"وہ یقیناً ایسا ہی تھا۔" بلے نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا' "ہاہا' اب میں مسرت کے ساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کہانی میں جس بلے کا تذکرہ کیا گیا ہے' وہ میں ہی ہوں۔"

تاہم ننھی گوریا نے اسے آئینہ دکھاتے ہوئے کہا' "یہ تمہاری کہانی نہیں ہے۔ تمہیں تو اڑنا نہیں آتا۔"

"یقیناً میں اڑ سکتا ہوں۔" بلا بغیر سوچے سمجھے چلّایا۔

"یہ پروں کے بغیر کیسے اڑ سکتا ہے؟" بطخ نے پوچھا۔ اس نے اپنا سر ایک طرف جھلاتے ہوئے کن اکھیوں سے بلے کی طرف دیکھا۔

ہنسنی نے اپنا سر اٹھا کر اپنی گردن سیدھی کر لی۔ وہ یہ سوچ

رہی تھی کہ بلے کو اس طرح اپنے بارے میں بڑ نہیں ہانکنی چاہئے۔

''اوہ، تمہیں انکسار کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔'' مرغے نے کہا' اور اپنے خوب صورت پروں کو جھاڑتے ہوئے ایک ٹانگ کا وزن دوسری ٹانگ پر منتقل کر لیا۔

''اگر تم واقعی اڑ سکتے ہو تو ہمارے سامنے اڑ کر دکھاؤ۔ کیا تم اس وقت اڑ سکتے ہو؟'' گوریا نے پوچھا۔

''بھائی بلے، ہمیں افسوس ہے کہ ہماری معلومات بہت محدود ہیں۔'' مرغے نے نرمی سے کہا' ''ہمیں معلوم ہی نہیں تھا کہ تم اڑ بھی سکتے ہو۔''

بلا اب بری طرح پچھتا رہا تھا' اس لئے اس کے منہ سے ایک بھی لفظ نہ نکل سکا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ سب کی نظریں اس پر مرکوز ہیں تو وہ سوچ میں پڑ گیا' ''میں ایک بلا ہوں۔ ایک ایسے بلے کو جو ایک ہی جھپٹے میں تیرہ چوہے پکڑ چکا ہے' ایسے ناتواں لوگوں کے سامنے اپنا بھرم نہیں کھونا چاہئے!''

وہ سوچتا رہا' اور اس کی جھنجھلاہٹ میں اضافہ ہوتا رہا۔ آخر کار اس نے اپنے دانت نکوستے ہوئے پرزور لہجے میں کہا' ''ٹھیک ہے' میں تمہیں اڑ کر دکھاتا ہوں۔''

اس نے اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے انگڑائی لی' اپنی ٹانگوں کو خم

کیااور دم کو اکڑالیا۔ وہ پہلے کچھ دیر تک شمشاد کے پیڑ کی طرف دیکھتا رہا' اور پھر اس نے اچھل کر اس کی ایک شاخ پکڑلی۔

"اب دیکھو' کیا میں اڑ نہیں رہا ہوں؟" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"اسے اڑنا نہیں کہتے۔" کوی نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"تو کیا اسے پیڑ پر چڑھنا کہتے ہیں؟" بلے نے غصے سے کہا۔

"بالکل نہیں' بلکہ اسے تو اچھلنا کہا جائے گا۔" کوی نے پرسکون لہجے میں وضاحت کی۔ اس کے خیال میں یہ ایک اچھی بات تھی کہ بلا اڑنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا' لیکن اس سے پہلے ضروری تھا کہ وہ اس کا طریقہ سیکھ لیتا۔

دوسرے تماشائی زور سے ہنس پڑے' اور ان کے قہقہے خاصی دیر تک پیڑوں کے درمیان گونجتے رہے۔

بلے کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنے پنجے ڈھیلے چھوڑ دئے' اور خاموشی سے نیچے کود گیا۔

اب گوریا کو اپنا کمال دکھانے کا موقع مل گیا۔ اس نے اپنی دم کے پروں کو سیدھا کیا' اپنی ٹانگیں اوپر اٹھائیں اور اپنے پر پھڑپھڑاتے ہوئے اڑنے لگی۔ وہ اپنا سر اٹھائے ہوئے آگے کی طرف اڑتی رہی' پھر

اس نے اپنی دم کو ٹیڑھا کیا' اور واپس مڑ آئی۔ اس نے اپنے پروں کو ڈھیلا چھوڑ دیا' اور اسی شاخ پر اتر آئی جہاں سے اس نے پرواز شروع کی تھی۔ یہ سارا عمل باوقار انداز میں انجام دیا گیا۔

"اوہ' کتنا شاندار مظاہرہ تھا!" ہر ایک اس کی اس بے عیب کارکردگی کی تعریف کر رہا تھا۔ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ وہی پرندہ ایسی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتا تھا جو بچپن ہی سے مشق کرتا رہا ہو۔

اب گوریا بہت مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اس نے نرم لیکن بلند آواز میں کہا' "بلے صاحب' میری پرواز کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اسے اڑنا ہی کہا جائے گا نا؟ اچھا' اب تمہارا اپنی پرواز کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

اس سے پہلے کہ گوریا اپنی تقریر ختم کرتی' بلے نے اپنا سر جھکا لیا اور دم جھکائے ہوئے نرسلوں کے جھنڈ کی طرف رینگنے لگا جیسے ابھی ابھی کسی شدید بیماری سے صحت یاب ہوا ہو۔

"اب ہمیں چلنا چاہئے۔" ہنسی نے بطخ اور مرغے سے کہا' "مجھے گھر جا کر چاول اور سبزی پکانی ہے۔"

"ارے' میں بھی بھول گیا تھا کہ مجھے گھر جا کر اپنی بہن سے ملنا ہے۔ معلوم نہیں اس کا بخار اترا یا نہیں۔ اس کے علاوہ مجھے کنویں

سے پانی بھی لانا ہے' گھڑے میں پانی ختم ہو گیا ہے۔" مرغے نے کہا۔ وہ چند لمحوں تک کسی خیال میں کھویا رہا' اور پھر بولا' "سورج بہت جلد اوپر آ جائے گا۔"

مرغا جلدی سے وہاں سے چل پڑا۔ وہ اپنے معمولات کا پابند تھا۔ اسے دوپہر کے وقت گاؤں کے نشریاتی چبوترے سے بانگ بھی لگانی تھی۔

اس کے بعد بطخ بھی وہاں سے روانہ ہو گئی۔ اسے بلے پر رحم آ رہا تھا۔ اس کے لئے یہ خیال بہت عذاب ناک تھا کہ بلا اب تنہا رہ جائے گا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں گے۔ وہ یہ دعا کر رہی تھی کہ ایسے واقعات کبھی رونما نہ ہوں' اور یہ کہ بلا اپنی بری عادتیں ترک کر دے۔ بہرحال' اس قسم کی نرم دلی ہی سے بلے کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی' اور وہ زیادہ شرارتیں کرنے لگتا تھا۔

بلا نرسلوں کے جھنڈ میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بام مچھلی وہاں سے غائب تھی۔ یوں اس کی چڑچڑاہٹ میں اور اضافہ ہو گیا۔ "اسی مڑی ہوئی چونچ اور بڑے پروں والے بوڑھے بدمعاش نے میری مچھلی چرائی ہو گی۔ اوہ' ان پردار مخلوقات میں سے کوئی بھی نیک طینت نہیں ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

عین اسی وقت ایک بار پھر اس کے ذہن میں اڑنے کا خیال در

آیا۔ اس نے متکبرانہ لہجے میں کہا' ''میں ایک بلا ہوں' ایک ایسا بلا جو ایک ہی جھپٹے میں تیرہ چوہے پکڑ چکا ہے۔ اگر میں اڑنا چاہتا ہوں تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے روک نہیں سکتی۔ صرف احمق لوگوں ہی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے مسلسل محنت اور مشق کریں۔ میرے لئے یہ قطعاً ضروری نہیں ہے!''

وہ بگوڈانما درخت کے نیچے پہنچ کر بار بار اڑنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن اسے ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

اچانک اسے ایک شان دار ترکیب سوجھ گئی۔ ''میں بھی کتنا احمق ہوں'' اس نے سوچا' ''میں ہر بار اوپر اڑنے کی کوشش کرتا رہا ہوں' جب کہ مجھے نیچے کی طرف پرواز کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہئے تھی۔''

وہ جلدی سے پیڑ پر جا چڑھا اور ایک کے بعد دوسری شاخ پر ہوتا ہوا چوٹی پر پہنچ گیا۔

پیڑ کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھے ہوئے وہ زور سے چلّایا' ''میں ایک بلا ہوں۔ میں اڑنا چاہتا ہوں!''

یہ اعلان کرتے ہوئے اس نے نیچے کی طرف اڑنے کے لئے پیڑ سے چھلانگ لگا دی۔ آدھا فاصلہ طے کرنے کے بعد جب اس نے فضا میں قلابازی کھائی تو وہ زور سے چیخ پڑا' ''اوہ' خوف ناک'

خوف ناک!" اور اس طرح وہ سر کے بل زمین پر جا گرا۔

وہ وہیں پڑا رہا۔ وقت گزرتا رہا لیکن وہ اٹھنے کے قابل نہ رہا۔

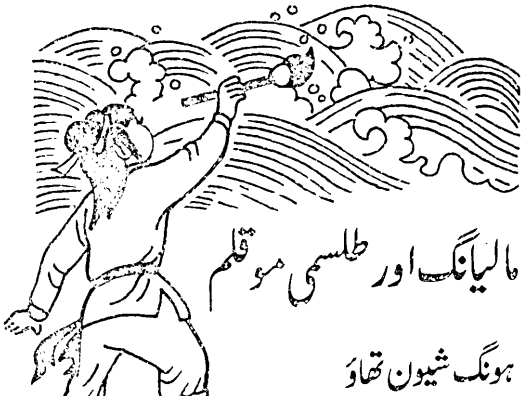

مالیانگ اور طلسمی موقلم

ہونگ شیون تھاؤ

مالیانگ ایک غریب لڑکا تھا۔ وہ بچپن ہی میں ماں باپ کے سائے سے محروم ہو گیا تھا اور ایندھن کی لکڑیاں اور گھاس فروخت کر کے اپنا پیٹ پالتا تھا۔ اسے مصوری سیکھنے کا بہت شوق تھا لیکن وہ ایک معمولی سا موقلم تک خریدنے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔

ایک دن وہ ایک نجی مدرسے کے سامنے گزر رہا تھا تو اس نے ایک استاد کو تصویر بناتے دیکھا۔ اس کے موقلم کی باریکیاں دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گیا' اور خود فراموشی کے عالم میں مدرسے کے اندر چلا گیا۔

"مجھے مصوری سیکھنے کا بہت شوق ہے۔" اس نے کہا' "کیا آپ ازراہ کرم مجھے ایک موقلم مستعار دے سکتے ہیں؟"

"کیا؟" استاد نے اسے غیظ آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا' "ایک بھکاری چھوکرا مصوری سیکھنا چاہتا ہے؟ بہت اونچے خواب دیکھ رہا ہے!" یہ کہتے ہوئے اس نے لڑکے کو وہاں سے بھگا دیا۔

تاہم مالیانگ مصوری سیکھنے کا پختہ عزم رکھتا تھا۔

"میں غریب ہوں تو کیا ہوا' کیا مجھے مصوری سیکھنے کا حق نہیں ہے؟" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

چناں چہ وہ پختہ ارادے کے ساتھ روزانہ تصویریں بنانے کی مشق کرنے لگا۔ جب وہ ایندھن کی لکڑیاں جمع کرنے پہاڑ پر جاتا تو لکڑی کا کوئی ٹکڑا اٹھا کر پرندوں کی تصویریں بنانے لگتا' اور جب نرسل کاٹنے کے لئے دریا پر جاتا تو پانی میں انگلی تر کر کے چٹان پر مچھلیوں کی تصویریں بنانے لگتا۔ وہ ایک غار نما گھر میں رہتا تھا۔ شام کو گھر واپس آنے کے بعد وہ ان تصویروں میں گہرائی پیدا کرنے کے لئے جو وہ دن میں بنایا کرتا تھا' اپنے غار کی دیواروں پر لکیریں کھینچنے میں مصروف ہو جاتا۔ اس طرح غار کی چاروں دیواریں اس کے بنائے ہوئے خاکوں سے بھر گئیں۔

وقت تیزی سے گزرتا رہا۔ چوں کہ مالیانگ بلاناغہ ہر روز مشق

کرتا رہتا تھا' اس لئے اس کی تصویریں بہتر سے بہتر ہوتی چلی گئیں۔ اس کی تصویریں اس قدر جان دار تھیں کہ لوگ انہیں دیکھ کر دنگ رہ جاتے اور انہیں یہ گمان گزرتا کہ پرندے اچانک چہچہا اٹھیں گے اور مچھلیاں ایک دم تیرنے لگیں گی۔ ایک دن اس نے ایک چٹان پر ایک مرغی کی تصویر بنائی تو دیکھتے دیکھتے وہاں بہت سارے عقاب منڈلانے لگے۔ ایک اور موقع پر اس نے ایک پہاڑ کی عقبی چٹان پر بھورے رنگ کے بھیڑیے کی بڑی تصویر بنائی تو گائیں اور بھیڑیں دہشت زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اتنی مہارت حاصل کرنے کے باوجود مالیانگ موقلم سے محروم تھا! وہ اکثر سوچا کرتا کہ اگر اس کے پاس موقلم ہوتا تو اس کا فن اور زیادہ نکھر جاتا۔

ایک دن وہ مسلسل تصویریں بناتا رہا' اور جب رات کو تھکا ماندہ اپنے پیال پر لیٹا تو اسے فوراً نیند نے آگھیرا۔ پھر لمبی' سفید داڑھی والا ایک بوڑھا آدمی اس کے پاس آیا' اور اس نے اسے ایک موقلم دیتے ہوئے کہا' ''یہ ایک طلسمی موقلم ہے' اسے احتیاط سے استعمال کرنا!''

مالیانگ نے موقلم اپنے ہاتھ میں تھام لیا جو سونے کا بنا ہوا تھا اور ذرا بھاری تھا۔

''کتنا خوب صورت موقلم ہے!'' وہ خوشی سے اچھل پڑا'

"میں ہمیشہ آپ کا ممنون رہوں گا ...."

مالیانگ پوری طرح اس کا شکریہ بھی ادا نہ کر پایا تھا کہ سفید داڑھی والا بوڑھا اچانک غائب ہو گیا۔ حیرت کے مارے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اچھا تو یہ خواب تھا! لیکن اگر یہ خواب تھا تو میرے ہاتھ میں یہ موقلم کہاں سے آیا؟ وہ حیرت سے پلکیں جھپکنے لگا۔

اس نے طلسمی موقلم سے ایک پرندے کی تصویر بنائی، اور پرندہ خوشی سے چہچہانے لگا اور اپنے پر پھڑپھڑاتے ہوئے آسمان کی طرف اڑ گیا۔ پھر اس نے طلسمی موقلم سے ایک مچھلی کی تصویر بنائی تو وہ اپنی دم لہراتے ہوئے دریا میں کود پڑی اور پانی میں تیرنے لگی۔ اس کا دل خوشی سے ناچ اٹھا۔

مالیانگ اپنے گاؤں کے غریب لوگوں کے لئے روزانہ مختلف قسم کی تصویریں بنانے لگا۔ ہل، بیلچہ، لیمپ، بالٹی، جس کنبے کے پاس جو چیز نہیں ہوتی، وہ اس کی تصویر بنا دیتا۔

تاہم کسی بھی بات کو ہمیشہ راز میں نہیں رکھا جا سکتا۔ گاؤں کے ایک امیر زمین دار کو مالیانگ کے طلسمی موقلم کے بارے میں اطلاع ملی تو اس نے اپنے دو آدمی روانہ کئے کہ وہ مالیانگ کو پکڑ لائیں اور اسے اس کے لئے تصویر بنانے پر مجبور کریں۔

اگرچہ مالیانگ نوعمر تھا لیکن وہ بہت بہادر تھا۔ وہ امیروں کے

کردار سے واقف تھا۔ چناں چہ زمین دار نے اسے بہتیرا ڈرایا دھمکایا بلکہ اس کی خوشامد تک کی، لیکن وہ اس کے لئے ایک بھی تصویر بنانے پر تیار نہ ہوا۔ آخر کار زمین دار نے اسے ایک اصطبل میں بند کر کے کھانے پینے سے محروم کر دیا۔

تین دن بعد زبردست برف باری ہوئی، اور شام تک برف کی ایک موٹی تہ نے زمین کو ڈھک لیا۔ زمین دار کا خیال تھا کہ مالیانگ اگر بھوک کے ہاتھوں زندہ بچ گیا ہو گا تو سردی نے اسے ضرور موت کے گھاٹ اتار دیا ہو گا۔ چناں چہ وہ صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے خود اصطبل میں جا پہنچا۔ جب وہ دروازے کے سامنے پہنچا تو اسے اس کی درزوں سے آگ کی سرخ شعاعیں نظر آئیں، کھانے کی اشتہا انگیز خوش بو بھی محسوس ہوئی۔ اور جب اس نے درز سے آنکھ لگا کر دیکھا تو مالیانگ ایک بڑے چولہے کے سامنے بیٹھا ہوا نان سینک کر کھا رہا تھا! زمین دار کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ چولہا اور نان کہاں سے آئے تھے؟ پھر اس کی سمجھ میں آ گیا کہ مالیانگ نے ان کی تصویریں بنائی ہوں گی۔ اس نے غصے سے کانپتے ہوئے اپنے آدمیوں کو طلب کیا، اور انہیں حکم دیا کہ وہ مالیانگ کو قتل کر کے طلسمی موقلم پر قبضہ کر لیں۔

لیکن جب اس کے درجن بھر آدمی دوڑتے ہوئے اصطبل میں داخل ہوئے تو اس وقت تک مالیانگ غائب ہو چکا تھا۔ پھر انہیں

وہ سیڑھی نظر آئی جس کے ذریعے مالیانگ فرار ہوا تھا۔ زمین دار اس کا تعاقب کرنے کے لئے فوراً سیڑھی پر جا چڑھا، لیکن وہ تیسرے پایے تک بھی نہ پہنچ پایا تھا کہ لڑکھڑا کر نیچے گر گیا۔ اور جب وہ دوبارہ کھڑا ہوا تو اس وقت تک سیڑھی غائب ہو چکی تھی۔

مالیانگ کو معلوم تھا کہ زمین دار کے گھر سے فرار ہونے کے بعد وہ گاؤں میں کسی جگہ نہیں چھپ سکتا تھا کیونکہ اس طرح اسے پناہ دینے والے دوست بھی مصیبت میں پڑ جاتے۔ چنانچہ اس نے وہاں سے دور جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنے جانے پہچانے مکانات کی طرف دیکھتے ہوئے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا اور دھیرے سے کہا، "الوداع، اچھے دوستو!"

پھر اس نے ایک عمدہ گھوڑے کی تصویر بنائی اور اس پر سوار ہو کر شاہ راہ کی طرف چل پڑا۔

ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اسے اپنے پیچھے ایک شور سا سنائی دیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو زمین دار اور اس کے تقریباً بیس آدمی گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے اڑے چلے آ رہے تھے۔ وہ اپنے ہاتھوں میں مشعلیں اٹھائے ہوئے تھے، اور زمین دار کے ہاتھ میں ایک تلوار چمک رہی تھی۔

دیکھتے دیکھتے وہ بہت قریب آ گئے۔ مالیانگ نے سکون کے

ساتھ اپنے طلسمی موقلم سے ایک کمان اور ایک تیر کی تصویر بنائی اور تیر کو کمان میں جوڑ کر فضا میں چھوڑ دیا۔ ''سن!'' تیر اڑتا ہوا زمین دار کے حلق میں پیوست ہو گیا' اور وہ سر کے بل زمین پر جا گرا۔ مالیانگ نے اپنے گھوڑے کو چابک رسید کیا اور وہ گویا ہوا میں اڑنے لگا۔

مالیانگ کسی جگہ رکے بغیر کئی دن تک شاہ راہ پر اپنے گھوڑے کو دوڑاتا رہا' حتیٰ کہ ایک قصبے میں پہنچ کر اس نے وہاں رکنے کا فیصلہ کر لیا۔ اب وہ اپنے آبائی گاؤں سے بہت دور نکل آیا تھا۔ چونکہ اسے قصبے میں کوئی اور کام نہیں ملا' اس لئے وہ تصویریں بناتا اور انہیں بازار میں بیچ آتا۔ تاہم اس خدشے کے پیش نظر کہ کسی کو اس کا راز نہ معلوم ہو جائے' وہ اس بات کا خیال رکھتا کہ اس کی تصویروں میں جان نہ پڑنے پائے۔ اس لئے وہ پرندوں کی تصویریں چونچوں کے بغیر بناتا تھا اور دوسرے جانوروں کی تصویروں میں ایک ٹانگ غائب کر دیتا تھا۔

ایک دن اس نے ایک کونج کی تصویر بنائی جس کی دونوں آنکھیں غائب تھیں' لیکن بے دھیانی میں موقلم سے روشنائی کے دو قطرے ٹپک کر اس جگہ جا گرے جہاں پرندے کی آنکھیں ہونی چاہئیں تھیں۔ سو' کونج نے اپنی آنکھیں کھولیں اور پر پھڑپھڑاتے ہوئے وہاں سے اڑ گئی۔ قصبے کے لوگ یہ منظر دیکھ کر بھونچکا رہ گئے۔ پھر کسی مفسد نے یہ خبر شہنشاہ تک پہنچا دی جس نے اپنے اہل کاروں کے ذریعے

مالیانگ کو اپنے دربار میں طلب کر لیا۔ مالیانگ وہاں نہیں جانا چاہتا تھا، لیکن شہنشاہ کے اہل کار خوش نما وعدوں اور ڈھکی چھپی دھمکیوں کے بل پر اسے اپنے ساتھ لے گئے۔

مالیانگ غریب لوگوں پر شہنشاہ کے ظلم کے بارے میں بہت سے واقعات سن چکا تھا، اور اس سے دلی نفرت کرتا تھا۔ وہ یقیناً ایسے کسی آدمی کی خدمت انجام نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ جب شہنشاہ نے اسے ایک ڈریگن کی تصویر بنانے کا حکم دیا تو اس نے اس کے بجائے ایک چھپکلی کی تصویر بنا دی۔ اور جب شہنشاہ نے اسے ققنس کی تصویر بنانے کا حکم دیا تو اس نے اس کے بجائے ایک بڑے کوے کی تصویر بنا ڈالی۔ بدصورت چھپکلی اور غلیظ کوا شہنشاہ کے گرد اچھلنے اور اڑنے لگے حتیٰ کہ ہر طرف گرد اور بیٹ پھیل گئی اور پورے محل کی فضا متعفن ہو گئی۔ شہنشاہ نے غصے سے کانپتے ہوئے اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ وہ مالیانگ سے طلسمی موقلم چھین کر اسے قید خانے میں پھینک آئیں۔

اب جب کہ طلسمی موقلم شہنشاہ کے قبضے میں آچکا تھا تو اس نے اس سے خود ہی تصویریں بنانی شروع کر دیں۔ پہلے اس نے سونے کے پہاڑ کی تصویر بنائی۔ پھر یہ سوچ کر کہ ایک پہاڑ کافی نہیں ہو گا، وہ ایک کے بعد دوسرے پہاڑ کا اضافہ کرتا رہا حتیٰ کہ پوری تصویر پہاڑوں سے بھر گئی۔ جب اس نے تصویر مکمل کر لی تو جانتے ہو طلائی پہاڑوں کا

کیا بنا؟ وہ چٹانوں کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے۔ اور چونکہ یہ چٹانیں بہت بھاری تھیں اس لئے وہ لڑھک کر نیچے آگریں۔ شہنشاہ بال بال بچا' ورنہ اس کے پاؤں کا قیمہ بن جاتا۔

تاہم شہنشاہ اپنی حرص پر قابو نہ پا سکا۔ طلائی پہاڑ کی تصویر بنانے میں ناکام ہونے کے بعد اس نے طلائی اینٹوں کی تصویر بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ایک اینٹ کی تصویر بنائی' لیکن وہ اسے بہت چھوٹی محسوس ہوئی۔ پھر اس نے اس سے بھی بڑی تصویر بنائی لیکن وہ اس سے بھی مطمئن نہیں ہوا۔ آخر کار اس نے ایک بہت لمبی طلائی سلاخ کی تصویر بنائی۔ جب اس نے تصویر مکمل کر لی تو جانتے ہو کیا ہوا؟ طلائی سلاخ ایک بہت بڑے اژدہے میں تبدیل ہو گئی۔ اژدہا اپنا بڑا سا سرخ منہ کھولے ہوئے شہنشاہ کی طرف لپکا' اور شہنشاہ دہشت کے مارے بے ہوش ہو گیا۔ خوش قسمتی سے اس کے اہل کاروں نے پھرتی سے آکر اسے بچالیا' ورنہ اژدہا اسے ہڑپ کر چکا ہوتا۔

چونکہ شہنشاہ طلسمی موقلم سے فائدہ اٹھانے میں ناکام رہا تھا' اس لئے اس نے مالیانگ کو رہا کر دیا' اور چکنی چپڑی باتیں کر کے اسے رام کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے مالیانگ سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے قدموں میں سونا چاندی ڈھیر کر دے گا' اور اپنی بیٹی سے اس کی شادی کر دے گا۔

مالیانگ نے جو پہلے ہی ایک منصوبہ بنا چکا تھا' اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ یہ دیکھ کر شہنشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے طلسمی موقلم مالیانگ کو واپس کر دیا۔

شہنشاہ نے سوچا' "اگر یہ پہاڑ کی تصویر بنائے گا تو اس میں سے خوں خوار درندے بھی برآمد ہو سکتے ہیں' اس لئے بہتر یہی ہے کہ اسے ایک طلائی درخت کی تصویر بنانے کو کہا جائے!"

چنانچہ اس نے مالیانگ کو حکم دیا کہ وہ پہلے ایک طلائی درخت کی تصویر بنائے۔ مالیانگ نے خاموشی سے موقلم اٹھالیا۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد شہنشاہ کو ایک بے کراں سمندر کی تصویر دکھائی دی۔ اس کی نیل گوں سطح پر سکون تھی اور آئینے کی طرح چمک رہی تھی۔

"میں نے سمندر کی نہیں' طلائی درخت کی تصویر بنانے کا حکم دیا تھا۔"

مالیانگ نے سمندر کے بیچوں بیچ ایک جزیرے کی اور جزیرے کے اندر ایک بہت اونچے درخت کی تصویر بنائی۔ پھر اس نے کہا' "یہی وہ طلائی درخت ہے نا جس کی تم نے خواہش کی تھی؟"

شہنشاہ نے چمکتے ہوئے درخت کی طرف دیکھتے ہوئے مالیانگ سے کہا' "اب جلدی سے ایک کشتی کی تصویر بنا دو! میں وہاں جا کر اس درخت کو ہلانا چاہتا ہوں تاکہ اس کا سونا حاصل کر سکوں!"

مالیانگ نے ایک بہت بڑی بادبانی کشتی کی تصویر بنائی، اور شہنشاہ، اس کی ملکہ، شہزادے، شہزادیاں، وزرا اور سردار اس پر سوار ہو گئے۔ پھر اس نے چند خطوط کھینچ کر ہوا کا خاکہ بنایا تو سمندر پر ہلکی ہلکی لہریں ابھرنے لگیں اور کشتی وہاں سے آگے کی طرف چل پڑی۔

لیکن شہنشاہ کشتی کی رفتار سے مطمئن نہیں ہوا۔ وہ کشتی کے اگلے سرے پر کھڑے ہو کر زور سے چلّایا، "ہوا کی رفتار تیز، اور تیز کر دو!"

مالیانگ نے اپنے موقلم سے چند جان دار خطوط کھینچے اور اس کے ساتھ ہی تند و تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ سمندر بپھر گیا، سفید بادبان بری طرح پھڑپھڑانے لگے اور کشتی ہوا کے زور پر خود بہ خود گہرے سمندر کی طرف بڑھنے لگی۔

مالیانگ نے چند اور خطوط کھینچے تو سمندر کی لہریں گرجتی ہوئی اوپر کو اٹھنے لگیں، اور کشتی بری طرح ڈولنے لگی۔

"اب ہوا کی رفتار میں اضافہ مت کرو۔" شہنشاہ پوری قوت سے چلّایا، "میں کہتا ہوں، اتنا کافی ہے!"

لیکن مالیانگ نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی، اور طلسمی موقلم کو مسلسل حرکت دیتا رہا۔ سمندر بپھر گیا اور اس کی سرکش لہروں نے کشتی کے عرشے کو ڈھانپ لیا۔

شہنشاہ جو سر سے پاؤں تک پانی میں بھیگ چکا تھا' مستول سے چمٹا ہوا مالیانگ کی طرف مکا لہراتے ہوئے زور زور سے چلاتا رہا۔

مالیانگ سنی ان سنی کرتے ہوئے ہوا کی رفتار میں اضافہ کرتا رہا۔ تند و تیز ہواؤں کے زور پر بڑے بڑے سیاہ بادل اڑتے ہوئے آئے' اور دیکھتے دیکھتے آسمان پر اندھیرا چھا گیا۔ پھر گھن گرج کے ساتھ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ سمندر کی غضب ناک لہریں اور زیادہ اونچی ہوتی گئیں اور اُمڈ اُمڈ کر کشتی سے ٹکراتی رہیں ۔ آخر کار کشتی ادھر ادھر ڈولتی ہوئی ایک طرف کو الٹ گئی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ شہنشاہ اور اس کے ساتھی سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب گئے۔

شہنشاہ کی موت کے بعد مالیانگ اور اس کے طلسمی موقلم کی کہانی دور دور تک پھیل گئی۔ لیکن مالیانگ کہاں گیا؟ اس سلسلے میں کوئی مستند روایت موجود نہیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ اپنے آبائی گاؤں واپس چلا گیا اور اپنے کسان ساتھیوں کے ساتھ رہنے لگا۔

بعض لوگوں کے خیال میں وہ دنیا کے گرد چکر لگاتا رہا اور غریبوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے تصویریں بناتا رہا۔

آتش بازی

چونگ زی مانگ

ایک دن نہ جانے کہاں سے ایک ہرے بھرے جنگل میں ایک پری اتر آئی جس کی چمک دار زلفیں رنگین آبشار کی طرح اس کی پشت پر لہرا رہی تھیں۔ اس کا بالائی دھڑ عورت جیسا اور نیچے کا دھڑ مورنی جیسا تھا، اسی لئے اسے "مورنی پری" کہا جانے لگا۔

جنگل میں رہنے والے موروں کے درمیان پری کی آمد کا چرچا ہونے لگا' کیوں کہ انہوں نے اس کی حیرت انگیز طلسمی قوتوں کا تذکرہ بہت پہلے ہی سے سن رکھا تھا۔ وہ سورج کی طرف اپنی دم پھیلاتی تو دیکھتے ہی دیکھتے تپش آلود موسم گرما دل کش موسم بہار میں تبدیل ہو جاتا اور لوگوں کی کلفت دور ہو جاتی۔ اس کی پکار سن کر درندوں کے بادشاہ' شیر ببر کا دل بھی لرز اٹھتا اور چیتے اپنی گرفت میں آئے ہوئے بکروں اور خرگوشوں کو چھوڑ کر کرم کلا اور شلجم پر گزارہ کرنے لگتے .... غرض یہ کہ اگر مسلسل تین دن اور تین رات تک مورنی پری کی طلسمی قوتوں کا تذکرہ کیا جائے تو بھی ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے جنگل کے تمام مور اس کی آمد کو اپنی خوش قسمتی سے تعبیر کرتے ہوئے ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔

دراصل ان میں سے ہر مور کے دل میں یہ خواہش مچل رہی تھی کہ پری اسے ایک آدھ طلسمی کرتب سکھا دے۔ اسی لئے وہ اس پہاڑ کی چوٹی پر جمع ہو گئے جہاں مورنی پری آرام کر رہی تھی۔

مورنی پری پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھی ہوئی ایک آبشار کو دیکھ رہی تھی جو گرجتی ہوئی پہاڑ سے نیچے گر رہی تھی۔ اس نے موروں کو ایک طلسمی کرتب دکھانے کے لئے آبشار کی حرکت روک دی' اور اسے اپنی طرح بالکل ساکن کر دیا' گویا آبشار کا گرتا ہوا پانی کسی آئینے

کی طرح فضا میں معلق ہو گیا۔ موروں نے اس آئینے میں اپنے خوب صورت عکس دیکھے تو وہ خوشی سے ناچ اٹھے۔

مورنی پری نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا تھا کہ وہ اس کے پاس کیوں آئے ہیں۔ چناں چہ وہ ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی ' "کیسے ہو ' میرے بچو؟ کیا تمھیں کوئی مسئلہ درپیش ہے جس کے لئے تم میرے پاس آئے ہو؟"

ہر مور کی یہ خواہش تھی کہ سب سے پہلے اسے مورنی پری سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہو۔ "قابل احترام اور ہر دل عزیز مورنی پری ' آخر کار ایک مور نے کہا ' "ہم آپ کی شاگردی میں آنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم آپ کا ایک آدھ طلسمی فن سیکھ سکیں تو یہ ہماری خوش نصیبی ہوگی۔"

پری نے موروں کے ہجوم پر نظریں دوڑاتے ہوئے گمبھیر لہجے میں کہا ' "دراصل یہاں میری آمد کا مقصد بھی یہی ہے۔ تاہم میں تم میں سے صرف ایک کو اپنا شاگرد بنا سکتی ہوں۔ تمھاری تعداد اتنی زیادہ ہے اور تم سب کی شکلیں بھی ایک جیسی ہیں ' اس لئے میں فیصلہ نہیں کر سکتی کہ تم میں سے کس کا انتخاب کروں۔"

یہ سن کر موروں میں قدرے بددلی پھیل گئی۔ وہ چند لمحوں تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر ایک ساتھ بول پڑے '

''مہربانی کر کے مجھے اپنا شاگرد بنالیں!''

پری نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ایک گہرا سانس لیا اور پھر دھیمی آواز میں کہا' ''میں اس وقت یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ تم میں سے کون میرا شاگرد ہو گا۔ آج آدھی رات کے بعد تم سب دوبارہ میرے پاس آنا' لیکن تمہاری وضع قطع ایک دوسرے سے مختلف ہونی چاہئے۔ اس طرح مجھے یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی کہ تم میں سے کون میرا شاگرد بننے کی سب سے زیادہ اہلیت رکھتا ہے۔''

وہاں سے رخصت ہوتے وقت تمام مور پریشان اور قدرے دل شکستہ نظر آرہے تھے۔ تاہم ان میں سے ہر ایک رات کی تیاری کے لئے اپنے ذہن میں کوئی نہ کوئی منصوبہ ضرور بنا رہا تھا۔

ایک بے فکرے سے ننھے مور نے جو موروں کے اس ہجوم میں شامل تھا' اور مسحور نظروں سے باوقار پری کی طرف دیکھتا رہا تھا' دل ہی دل میں سوچا' ''یہ میرے بس کا کام نہیں ہے' میں تو ایک معمولی سا مور ہوں!'' چناں چہ جب دوسرے مور اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے تھے' تو وہ بالکل خاموش رہا۔ ''میں کسی بھی طرح پری کی کسوٹی پر پورا نہیں اتر سکتا۔'' وہ یہ سوچتا ہوا ٹہلنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

ننھا مور سر جھکائے ہوئے سحر آفریں مورنی پری اور اس سے

منسوب تحیر آمیز کہانیوں کے بارے میں سوچتا رہا' اور یوں ہی بے خیالی میں چلتے چلتے جنگل سے باہر نکل آیا۔

چوں کہ یہ دوپہر کا وقت تھا' اس لئے جنگل کے باہر سورج کی کرنیں آگ برسا رہی تھیں' اور وہاں کوئی پیڑ بھی نہیں تھا جس کے نیچے وہ پناہ لے سکتا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی جھلستی ہوئی گرمی میں لڑکھڑاتا ہوا اس کی طرف چلا آرہا ہے۔

بوڑھے نے لاابالی ننھے مور سے کہا' "میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ تم سے ملاقات ہو گئی۔ ننھے مور' کیا تم ازراہ عنایت مجھے اپنے چند پر دے سکتے ہو تاکہ میں ان سے اپنے لئے ایک پنکھا بنا سکوں؟ میں نے سنا ہے کہ مور پنکھی کا پہلا ہی جھونکا انسان کو تازہ دم کر دیتا ہے' اور دوسرا جھونکا اس کے پورے جسم میں ٹھنڈک بھر دیتا ہے۔"

ننھے مور نے شکستہ حال بوڑھے کی طرف دیکھا جو گرمی سے جھلس رہا تھا' اور انکسار سے جواب دیا' "دادا ابا' مجھے شرمندہ نہ کریں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی چونچ سے دم کے چند پر اکھیڑ کر بوڑھے کو دے دئے جن سے اس نے ایک پنکھا بنا لیا۔ کچھ دیر پنکھا جھلنے کے بعد بوڑھا تازہ دم ہو گیا اور ننھے مور کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ ننھے مور نے کہا' "میری خواہش ہے کہ تمہارا سفر خوش گوار ثابت ہو۔"

بوڑھا ابھی نظروں سے اوجھل بھی نہیں ہوا تھا کہ ننھے مور کی

ملاقات ایک چھوٹی سی لڑکی سے ہوئی۔ لڑکی کا چہرہ زرد تھا' اور اس نے میلے کچیلے کپڑے پہن رکھے تھے' لیکن اس کے باوجود وہ بہت خوب صورت نظر آ رہی تھی۔ وہ اداس اداس سی بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے سامنے کپڑے دھونے کا ایک ٹب رکھا ہوا تھا۔

ننھا مور فکرمند ہو گیا اور اس نے پوچھا' "ننھی لڑکی' تم پریشان کیوں نظر آ رہی ہو؟"

"میری سوتیلی ماں مجھے صبح سے لے کر رات تک کام میں مصروف رکھتی ہے۔" اس نے جواب دیا' "'یہ کپڑے دھو ڈالو!' 'مکان کی صفائی کرو!' اور وہ مجھے پہننے کے لئے اچھے کپڑے بھی نہیں دیتی۔ میں اس حالت میں بھائی چرواہے سے کیسے مل سکتی ہوں!"

ننھے مور نے ہنستے ہوئے سر ہلایا' "جاؤ' جا کر اپنا لباس تبدیل کر لو۔"

"کون سا لباس؟" لڑکی نے حیرانی سے پوچھا۔

ننھے مور نے اپنی چونچ سے دم کے چند پر اکھیڑے اور کہا' "ان پروں کو اپنے بالوں اور لباس پر لگاؤ۔"

اچانک ننھی لڑکی اور زیادہ خوب صورت نظر آنے لگی۔ اس نے خوشی سے چھلکتی ہوئی آواز میں ننھے مور کا شکریہ ادا کیا اور ایک گیت گنگناتی ہوئی بھائی چرواہے سے ملنے چل دی۔

وہ خوشی سے اچھلتی کودتی چلی جارہی تھی اور نرم دل ننھا مور اس کی خوشیوں کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔ اب وہ خود بھی خوشی کے ایک نئے جذبے سے آشنا ہو چکا تھا۔

راستے میں اسے لکڑی کا ایک جھونپڑا نظر آیا جس میں ایک بوڑھا دست کار اپنے پوتے کے ساتھ رہتا تھا۔ لڑکا اپنے دادا کی قمیص کھینچتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا' "دادا ابا' آیئے' یہاں سے بھاگ چلیں۔"

بوڑھا دستکار سسکیاں بھرتے ہوئے بولا' "بھاگ چلیں؟ ہم کہاں جا سکتے ہیں؟ شہنشاہ کے فوجی ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم ان کے ہاتھوں پکڑے جائیں گے۔"

دفعتاً ان کی نظر ننھے مور پر پڑی جو ان کے جھونپڑے کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ بوڑھا نیچے کی طرف جھکتے ہوئے بولا' "میں ایک دست کار ہوں اور بگھیوں کے خوبصورت چھتر اور فوجی جھنڈے، کاڑھ سکتا ہوں۔ ظالم شہنشاہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ایک ایسا چھتر تیار کروں جس میں صرف مور کے پر استعمال کئے گئے ہوں' اور وہ کل تک مکمل بھی ہو جانا چاہیئے۔ میں تو ایک چیونٹی تک نہیں مار سکتا' پھر مور کے پر کیسے حاصل کر سکتا ہوں۔ اس لئے شہنشاہ کل میرا سر قلم کرا دے گا۔ جا کر سارے موروں سے کہہ دو کہ وہ چھپ جائیں۔ میرے قتل کے

بعد شہنشاہ دوسرے دست کاروں کو بھی حکم دے سکتا ہے کہ وہ اس کے لئے مور کے پروں کا چھتر تیار کریں۔ ''

ننھے مور نے گردن موڑ کر اپنی دم کی طرف دیکھا جو اپنے بیشتر پروں سے پہلے ہی محروم ہو چکی تھی۔ ''اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔'' اس نے کہا' ''اگرچہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرے پر شہنشاہ کی بگھی کا چھتر بنانے کے لئے استعمال کئے جائیں' لیکن تمہاری اور اپنے ساتھیوں کی جانیں بچانے کی خاطر میں اپنے بچے ہوئے سارے پر تمہاری نذر کرتا ہوں۔ ''

ننھے مور نے اپنے بچے ہوئے سارے پر اکھیڑ کر بوڑھے کو دے دئے۔ بوڑھا اور اس کا پوتا جھک کر اس کی گردن چومنے لگے' اور پھر انہوں نے اسے تحفے کے طور پر ایک تازہ پھل بھی پیش کیا۔ ننھے مور نے ان سے رخصت ہوتے وقت کہا' ''اب تم بگھی کا چھتر تیار کر سکتے ہو! الوداع' میرے نیک دل دوستو!''

چاروں طرف اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ ننھا مور واپس اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ اسے سامنے ایک جھونپڑے سے کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے کھڑکی کے کاغذ پر ٹھونگ لگا کر اس میں سوراخ کر دیا' اور پھر سوراخ میں سر ڈال کر اندر کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بیمار لڑکا بستر پر لیٹا ہوا ہے اور اس کی ماں ایک مدھم

سے دیئے کی روشنی میں اس کی تیمار داری کر رہی ہے۔ لڑکا منہ ہی منہ میں بڑبڑائے جا رہا تھا' "ماں' حکیم کا کہنا ہے کہ اگر میں بہار کے تہوار تک بستر پر لیٹا رہا تو بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔ کیا اس دن آتش بازی ہوگی؟"

اس کی ماں نے جواب دیا' "ہاں' بہار کے تہوار پر ہر سال آتش بازی ہوتی ہے۔ اس دن تم پوری طرح صحت یاب ہو جاؤ گے اور باہر جا کر خود اپنی آنکھوں سے آتش بازی کا خوب صورت مظاہرہ دیکھ سکو گے۔"

بیمار لڑکے نے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے کہا' "میں آتش بازی دیکھنا چاہتا ہوں جو مور کے پھیلے ہوئے پروں جیسی ہوتی ہے۔ ماں' کیا آتش بازی کے اندر کوئی مور چھپا ہوتا ہے؟"

"احمق بچے' خاموشی سے لیٹے رہو۔" اس کی ماں نے کہا' "جب آتش بازی چھوڑی جائے گی تو تم بھلے چنگے ہو جاؤ گے۔"

لڑکا خاموش نہ رہ سکا' "ماں' کیا بہار کا تہوار جلدی نہیں آسکتا' تاکہ میں زیادہ جلدی صحت یاب ہو سکوں؟"

"احمق بچے' بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ کیا آتش بازی جلدی چھوڑنے سے بہار کا تہوار جلدی آسکتا ہے' اور تم جلدی ٹھیک ہو سکتے ہو؟"

لڑکے کو یقین تھا کہ ایسا ہی ہو گا۔ "ہاں ماں، اگر میں آج ہی رات آتش بازی کا مظاہرہ دیکھ سکوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تہوار آگیا ہے، اور میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔ ماں، میں آتش بازی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

اپنے بیٹے کی سادہ لوحی پر ماں کا دل تڑپ اٹھا، اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

کھڑکی کے باہر کھڑا ہوا مور بھی یہ منظر دیکھ کر لرز اٹھا۔ اسے لڑکے پر بہت رحم آرہا تھا۔ وہ اپنی دم کے پر پھیلانا چاہتا تھا کیوں کہ اس کے ذہن میں بھی ایک معصوم سا خیال ابھر رہا تھا، "ہو سکتا ہے یہ بیمار لڑکا دیئے کی مدھم روشنی میں میری دم کے پھیلے ہوئے پروں کو آتش بازی پر محمول کر بیٹھے، اور خوشی سے سرشار ہو کر بالکل صحت یاب ہو جائے۔"

لیکن ننھا مور اپنے لمبے، خوب صورت پروں کو پھیلانے سے قاصر تھا کیوں کہ وہ انہیں پہلے ہی دوسروں کی نذر کر چکا تھا۔

ننھا مور دل ہی دل میں بیمار لڑکے کی حالت پر کڑھتا ہوا بوجھل قدموں سے اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ اس کی رفتار اتنی دھیمی تھی کہ جب وہ جنگل میں پہنچا تو آدھی رات بیت چکی تھی۔

اس رات جنگل کا کوئی بھی مور سونا نہیں چاہتا تھا۔ وہ سب

کے سب بے چینی کے ساتھ تین بجنے کا انتظار کر رہے تھے' کیوں کہ انہیں اس وقت مورنی پری کے سامنے حاضر ہونا تھا۔ انہوں نے اپنے بناؤ سنگھار میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ ایک مور نے اپنی دم کے سبز سنہری پروں پر بے شمار جگنو بٹھا رکھے تھے جو جواہرات کی طرح جگمگا رہے تھے۔ دوسرے مور نے اپنی شان و شوکت میں اضافہ کرنے کے لئے اپنے سنہری تاج میں گلاب کا ایک پھول اڑس لیا تھا۔ ایک مور مشکِ ہرن سے اس کا مشک مانگ لایا تھا جس کی خوش بو دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہر مور کو یہ یقین تھا کہ مورنی پری اپنے شاگرد کی حیثیت سے اسی کا انتخاب کرے گی۔

وہ ننھے مور کو دیکھتے ہی چھچھورے انداز میں اس کا مذاق اڑانے لگے' ''ارے' تمہاری دم کے پروں کا صفایا ہو چکا ہے' واقعی اب تم سب سے ' منفرد اور نمایاں' نظر آ رہے ہو!'' ''کیا حسین و جمیل مورنی پری ایسے بدصورت پرندے کو اپنا شاگرد بنا سکتی ہے؟''

ننھا مور پرسکون رہا' ''میں تو مورنی پری سے صرف یہ کہنے جا رہا ہوں کہ وہ ایک بیمار لڑکے کو دیکھ آئے۔ میرے ذہن میں اس کا شاگرد بننے کا خیال کبھی نہیں آیا۔''

ٹھیک تین بجے ننھے مور سمیت سارے مور مورنی پری کے سامنے حاضر ہو گئے۔ تاروں بھرے آسمان پر چاند اپنی پوری آب و

تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ پری اب بھی پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھی ہوئی ان کی طرف دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

ننھے مور کے سوا تمام مور اضطراب میں مبتلا تھے۔ پری نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا' "میرے بچو' تم میں سے ایک مور اس قدر طرح دار نظر آرہا ہے' گویا اس کے سارے بدن پر جواہرات جڑے ہوں۔ نہیں' جب کہ ایک دوسرے مور نے اپنے تاج میں گلاب کا ایک پھول لگا رکھا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تم میں سے کس کو اپنا شاگرد بناؤں۔" پھر اس کی نظر ننھے مور پر پڑی' اور اس نے کہا' "مجھے ایک مور دوسرے موروں سے قطعی مختلف نظر آرہا ہے۔ اس کی دم کے پر کیسے غائب ہو گئے؟ یہ تو بہت افسوس ناک بات ہے! یہاں آؤ' میں تمہیں قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

ننھا مور لرزتے قدموں سے اس کی طرف بڑھا۔ مورنی پری نے اس کا سر تھپکتے ہوئے کہا' "میرے بچے' تم اس قدر بے حال کیوں نظر آرہے ہو؟"

ننھے مور نے اپنی پوری آپ بیتی سنا ڈالی کہ وہ اپنی دم کے پروں سے کیسے محروم ہوا۔ آخر میں مورنی پری نے ستائش آمیز لہجے میں کہا' "ننھے مور' میں تم ہی کو اپنا شاگرد بنانا چاہتی ہوں۔"

ننھے مور کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ دوسرے مور ننھے

مور پر رشک کر رہے تھے اور پچھتا رہے تھے کہ انہوں نے ناحق خود کو بنانے سنوارنے میں اتنا وقت ضائع کیا۔ ان میں سے بعض ننھے مور کی تعریف کر رہے تھے کہ وہ سب سے زیادہ ذہین ثابت ہوا۔

پھر ننھے مور نے مورنی پری سے کہا' "مجھے امید ہے کہ آپ جلد از جلد اپنی طلسمی قوتوں کے ذریعے بیمار لڑکے کے سامنے آتش بازی کا مظاہرہ کریں گی۔ آپ یہ کام کر سکتی ہیں نا؟"

مورنی پری نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا' "میرے نیک دل بچے' اب جب کہ تم میری شاگردی میں آ چکے ہو' میں تمہیں چند حیران کن طلسمی کرتب سکھاؤں گی۔ میں تمہاری دم کے پروں کو نئے رنگ دوں گی جو آسمان پر چھٹتی ہوئی آتش بازی جیسے ہوں گے۔"

ننھا مور خوشی سے اچھل پڑا' "واقعی؟ مورنی پری' پھر مجھے جلدی سے وہ کرتب سکھا دیں۔"

مورنی پری نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا' "میرے نیک دل بچے' تم ہمیشہ دوسروں کا خیال رکھتے ہو' اپنا خیال نہیں رکھتے۔ تم چاہتے ہو کہ تمہاری دم کے پر آتش بازی کے ہم رنگ ہو جائیں' لیکن تم تو اپنے سارے پر پہلے ہی دوسروں کو دے چکے ہو!"

ننھے مور کا چہرہ اتر گیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا'

مورنی پری نے مسکراتے ہوئے اپنے گرد کھڑے ہوئے موروں کی طرف ہاتھ لہرایا' اور ان میں سے ہر ایک کی دم سے ایک پر نوچ لیا۔ سارے پر چند لمحوں تک ہوا میں تیرتے رہے اور انہوں نے ایک دوسرے کے قریب آکر پریوں کے پنکھے کی شکل اختیار کر لی' جو دھیرے دھیرے ننھے مور کی طرف اترنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ننھے مور کی دم پر خوب صورت' چمک دار اور رنگین پر جگمگانے لگے۔ زمرد جیسے سبز اور چاندی جیسے سفید پروں نے اس کی دم کو اس قدر حسین اور دل کش بنا دیا کہ اس کے سامنے دوسرے موروں کا حسن ماند پڑ گیا۔

تمام مور اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان میں سے ہر ایک مور اپنے ایک پر سے محروم ہو چکا تھا لیکن جب انہوں نے مورنی پری کا شان دار طلسمی کرتب دیکھا تو ان پر سکتہ سا طاری ہو گیا اور وہ اپنے نقصان کو بھول گئے۔

ننھا مور بھی اپنے نئے اور خوب صورت پروں کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تب مورنی پری نے اس سے کہا' "اچھے بچے' اب میں تمہیں یہ سکھاتی ہوں کہ تم اس ننھے لڑکے کے سامنے اپنی دم کے پروں کے ذریعے آتش بازی کا سماں کیسے پیدا کر سکتے ہو۔"

مورنی پری نے دبی آواز میں ننھے مور کو چند جادوئی الفاظ سکھا دئے۔ یہ الفاظ اتنے مشکل تھے کہ انہیں تحریر میں لانے یا پڑھنے کا

تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ ننھے مور نے منہ ہی منہ میں تین بار وہ الفاظ ادا کئے' اور اس کے ساتھ ہی ایک حیرت انگیز معجزہ رونما ہوا۔ اس کی دم سے آتش بازی کے ہم رنگ دل فریب روشنیاں پھوٹنے لگیں۔ یہ روشنیاں اس قدر چمک دار تھیں کہ چاند اور تاروں کی تابانی بھی ماند پڑ گئی اور وہ بادلوں کے پیچھے جا چھپے۔ تمام مور حیرانی سے یہ منظر دیکھتے رہے۔ پھر ننھے مور نے پری سے اجازت طلب کی' اور بیمار لڑکے کے جھونپڑے کی طرف اڑ گیا۔

ننھا مور رقص کرتا ہوا اڑتا رہا' اور وہ جہاں جہاں سے گزرا' وہاں کے لوگوں نے یہی سمجھا کہ بہار کا تہوار آ گیا ہے' اور وہ خوشی سے سرشار ہو کر ناچتے گاتے ہوئے ڈھول تاشے بجانے لگے۔ پھر ننھا مور بیمار لڑکے کے جھونپڑے کی کھڑکی کے سامنے پہنچا۔ لڑکے نے دیکھا کہ باہر آتش بازی ہو رہی ہے جیسے کسی مور کے خوبصورت پر پھیلے ہوئے ہوں' اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے ایک مور اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا ہو۔ اور جب اس نے ڈھول تاشوں کی آواز سنی تو وہ اچھل کر اپنے بستر سے نیچے کود پڑا۔ "ماں' ماں' بہار کا تہوار آ گیا! بہار کا تہوار آ گیا! دیکھو' مور کے پروں جیسی یہ آتش بازی کتنی خوب صورت ہے!" ننھے لڑکے کی بیماری غائب ہو چکی تھی۔

ننھا مور اڑتا ہوا جہاں جہاں سے گزرا' وہاں کے لوگ وقت

سے پہلے ہی بہار کا تہوار منانے لگے اور ہر طرف خوشیوں سے چھلکتے ہوئے قہقہے گونجنے لگے۔ پژمردہ چہرے کھل اٹھے اور ویرانیوں کی جگہ بہار کی رنگینیاں اپنا جادو جگانے لگیں۔

مورنی پری اور اس کا شاگرد ننھا مور، اس جنگل کو چھوڑ کر دنیا کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ اس دوران ننھے مور نے اپنی استانی سے بہت سارے طلسمی کرتب سیکھ لئے، لیکن اس نے اپنا پہلا سبق کبھی فراموش نہیں کیا۔ چناں چہ آج بھی جب لوگ بہار کا تہوار مناتے ہیں تو وہ رات کے وقت آسمان میں رقص کرتے ہوئے اپنی دم کے پروں سے آتش بازی کا سماں پیدا کر دیتا ہے اور یہ منظر دیکھ کر لڑکے بالے تالیاں بجاتے ہوئے بے ساختہ چلا اٹھتے ہیں "دیکھو، مور آتش بازی کا خوب صورت مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں سے گزر رہا ہے! واہ، واہ!"

جنگلی انگور

کیا آپ کو انگور پسند ہیں؟
کیا آپ نے جنگلی انگوروں کے
بارے میں کوئی کہانی سنی ہے؟
موسم خزاں کے انگور رسیلے
اور انتہائی میٹھے ہوتے ہیں، خاص
طور پر ارغوانی رنگ کے انگور، جو
بڑے، گول اور چمک دار ہوتے
ہیں۔ ان کے پتلے چھلکے کے نیچے شہد
جیسا میٹھا رس ہوتا ہے۔ اگر انہیں

ذرا دور سے دیکھا جائے تو ہر گچھا ارغوانی رنگ کی بلوریں گیندوں کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ اسی لئے دیہات کے باشندے کسی لڑکی کے حسن کی تعریف کرتے وقت اکثر اوقات اس کی آنکھوں کو انگور سے تشبیہ دیتے ہیں۔

قدیم روایات کے مطابق ایک زمانے میں پہاڑوں پر ایک خاص قسم کے جنگلی انگور اگا کرتے تھے۔ ان کا رنگ بہت سرخ ہوتا تھا اور ان کا ہر گچھا سرخ موتیوں کی لڑی سے مشابہ نظر آتا تھا۔ یہ کوئی عام اور معمولی انگور نہیں تھے کیوں کہ انہیں اگر کوئی نابینا آدمی کھاتا تھا تو اس کی بینائی بحال ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ ایک نابینا لڑکی نے یہ انگور کھائے تو اس کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا۔

وہ ننھی لڑکی ایک بڑے دریا کے قریب ایک دور افتادہ گاؤں میں رہتی تھی۔ اس گاؤں کا تقریباً ہر گھرانا اپنی روزی حاصل کرنے کے لئے ہنس پالا کرتا تھا۔ گاؤں کے مشرقی سرے پر ماں لی رہا کرتی تھی جو ہنس پالنے کا سب سے طویل تجربہ رکھتی تھی اور ان کی افزائش میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اس کی صرف ایک بیٹی تھی جس کا رنگ ہنسوں کے پروں کی طرح انتہائی اجلا اور سفید تھا' اور اس کی آنکھیں ستاروں کی طرح چمک دار تھیں۔

"دیکھو' اس کی آنکھیں کتنی خوب صورت ہیں!" گاؤں

کے لوگ اس کی تعریف کرتے ہوئے کہتے، "کنول کے پتے پر شبنم کے دو قطروں سے مشابہ نظر آتی ہیں۔"

بہت جلد اس کے حسن و جمال کا شہرہ دور دور کے دیہات تک پھیل گیا، اور وہاں کے باشندے بھی اس کے مداح بن گئے۔ "اس چھوٹے سے گاؤں میں ایک پریوں جیسی حسین لڑکی رہتی ہے۔" وہ بے ساختہ کہہ اٹھتے۔

جوں جوں وہ بڑی ہوتی گئی، اس کے حسن اور ذہانت میں اور زیادہ نکھار آتا گیا۔ جب وہ آٹھ سال کی ہوئی تو وہ ہنسوں کو دریا پر لے جانے لگی۔ وہ اکثر اتھلے پانی میں جا کر ان کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، اور سب سے چھوٹے ہنس کو خود اپنے ہاتھوں سے چوگا کھلاتی تھی۔ ایک سال کے اندر چھوٹا ہنس دوسرے تمام ہنسوں سے زیادہ بڑا اور توانا ہو گیا۔ اس کے پر چمک دار اور ہم وار ہو گئے، اور وہ پہلے سے بھی زیادہ خوب صورت ہو گیا۔ ننھی لڑکی اپنے ہنسوں سے بہت محبت کرتی تھی اور وہ بھی اس پر جان چھڑکتے تھے۔ چاہت کے اس رشتے کے پیش نظر گاؤں کے لوگ لڑکی کو "سفید ہنسنی" کہنے لگے۔

سفید ہنسنی ابھی صرف دس برس کی تھی کہ اس کے والدین اسے داغ مفارقت دے گئے۔ اس کی ظالم چچی نے ان کے گھر پر قبضہ کر لیا۔ وہ سفید ہنسنی کے ساتھ بہت برا سلوک روا رکھتی تھی۔ دن کے

وقت وہ ہنسوں کی رکھوالی کرتی تھی' اور اسے ہر روز روٹی کا ایک چھوٹا سا سوکھا ٹکڑا کھانے کو ملتا تھا۔ رات کے وقت اسے گھر کے اندر سونے کی اجازت نہیں تھی بلکہ اسے ہنسوں کے ساتھ دریا کے کنارے بید مجنوں کے ایک بڑے پیڑ کے نیچے بسیرا کرنا پڑتا تھا۔ جب وہ سو جاتی تو نیک دل ہنس جو شاید اپنی ننھی مالکہ کے مصائب سے واقف تھے' اس کے جسم کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے تھے۔ ننھا ہنس اسے سکون پہنچانے کے لئے اپنی گردن اس کے کندھے سے لگا دیتا تھا۔

ایک سال بعد سفید ہنسنی کی چچی نے ایک لڑکی کو جنم دیا۔ یہ لڑکی ذرا بڑی ہوئی تو سفید ہنسنی کی طرح اس کا حسن نکھرتا چلا گیا' لیکن بدقسمتی سے وہ نابینا تھی اور اس کی آنکھوں کی پتلیاں حرکت سے محروم تھیں۔ چناں چہ گاؤں والے اسے "نابینا لڑکی" کہنے لگے جس پر اس کی ماں غصے سے بھڑک اٹھتی۔ جب کبھی حاسد چچی کی نظر سفید ہنسنی کی چمک دار آنکھوں پر پڑتی تو اس کے غیظ و غضب میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا۔ اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ اس کی چمک دار آنکھوں کو نوچ ڈالتی۔

خزاں کا موسم تھا۔ پیڑوں پر لگے ہوئے سرخ سیب اتنے بڑے ہو چکے تھے کہ ان کے بوجھ سے شاخیں نیچے جھک آئیں۔ زرد ناشپاتیاں سنہری گیندوں کی طرح چمک رہی تھیں اور بیلیں انگوروں کے گچھوں سے ڈھک گئی تھیں۔ موسم خزاں کا تہوار منانے کا وقت آ گیا

تھا۔ اس تہوار کو "قمری تہوار" بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ قمری کیلنڈر کی رو سے یہ آٹھویں مہینے کے پندرہویں دن منایا جاتا ہے' جب چاند بالکل گول اور انتہائی چمک دار ہوتا ہے۔

سفید ہنسنی اداسی کے عالم میں دریا کے کنارے بیٹھی ہوئی بہتے پانی کو دیکھ رہی تھی جو مسلسل دور تک بہتا چلا جا رہا تھا۔ "ہر شخص اپنے گھر میں تہوار کی خوشیاں منا رہا ہے' کسی کو میری فکر نہیں ہے۔" اس نے سوچا۔ تاہم' اس کے دل میں ایک مبہم سا احساس ابھر رہا تھا کہ شاید اس کی چچی تہوار کی خوشیوں میں حصہ لینے کے لئے اسے گھر میں بلا لے۔

ٹھیک اسی وقت اس کی چچی ایک ٹوکری اٹھائے ہوئے اس کے پاس آئی۔

"ہنسوں کے انڈے اٹھا کر ٹوکری میں ڈال دے۔" اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

سفید ہنسنی نے جب سارے انڈے ٹوکری میں ڈال دیئے تو دھیرے سے کہا' "آج موسم خزاں کا تہوار ہے اور ہر شخص اس کی خوشیاں منا رہا ہے۔ ازراہ کرم' آج مجھے گھر لے چلیں' اور چچی جان' کیا آپ مجھے انگوروں کا ایک گچھا دے سکتی ہیں؟"

"اچھا' تو انگور کھانا چاہتی ہے' اوں؟" چچی نے اس کو جھڑکتے ہوئے کہا' "لوگ کہتے ہیں کہ تیری آنکھیں انگوروں جیسی

ہیں، ذرا میں بھی تو دیکھوں!"

یہ کہتے ہوئے ظالم عورت نے مٹھی بھر ریت اٹھا کر سفید ہنسنی کی آنکھوں میں جھونک دی۔ پھر وہ انڈوں سے بھری ہوئی ٹوکری اٹھا کر واپس چلی گئی۔ سفید ہنسنی تنہا دریا کے کنارے بیٹھی ہوئی سسکیاں بھرتی رہی۔

آنکھوں میں ریت بھر جانے کی وجہ سے اس کی بینائی بالکل زائل ہو چکی تھی۔ دن تیزی سے گزرتے رہے، لیکن اس کی آنکھیں روشنی سے محروم رہیں۔ روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔ وہ اتنی اداس اور ملول تھی کہ دریا کا دل بھی لرز اٹھا، اور وہ زور زور سے گرجنے لگا۔ ایک دن اسے یاد آیا کہ اس کی ماں نے ایک دفعہ بتایا تھا کہ دور پہاڑوں کے اندر جنگلی انگورا گتے ہیں جن کے کھانے سے نابینا آدمی کی بینائی بحال ہو جاتی ہے۔ "یہاں بیٹھے بیٹھے موت کا انتظار کرنے سے بہتر ہے کہ ان جنگلی انگوروں کو ڈھونڈنے کی کوشش کی جائے۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

وہ دھیرے سے اٹھی اور دریا کے کنارے کنارے چل پڑی۔ یہ دیکھ کر ننھا ہنس بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے ننھے ہنس کو اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے کہا، "میرے ننھے سے، پیارے سے دوست، لوگ کہتے ہیں کہ تم دریا سے باتیں کر سکتے

ہو۔ اس سے پوچھو کہ کیا وہ مجھے اونچے پہاڑ تک پہنچا سکتا ہے؟" ننھے ہنس نے جواباً دوبارا اپنے حلق سے آواز نکالی' اور دریا میں چھلانگ لگا دی۔ سفید ہنسنی اس کی پشت پر سوار ہو گئی۔

ننھا ہنس دھارے کی مخالف سمت میں تیرتا رہا۔ وہ وقتاً فوقتاً گردن موڑ کر سفید ہنسنی کی طرف دیکھتا' جیسے کہہ رہا ہو' "ننھی مالکہ' دریا نے مجھے بتایا ہے کہ دھارے کے رخ پر تیرنا آسان ہے لیکن اس کی مخالف سمت میں تیرنا بہت کٹھن کام ہے۔ بہرحال' اونچے پہاڑ پر پہنچنے کے لئے ہمیں دھارے کی مخالف سمت ہی میں تیرنا پڑے گا۔"

سرد ہوا کے تیز و تند جھونکوں کی رفتار لحہ بہ لحہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ ننھا ہنس بار بار سرکش دھارے کی لپیٹ میں آکر چکر کھانے لگتا' اور ننھی لڑکی سہم کر رہ جاتی۔ "اونچا پہاڑ کہاں ہے؟" وہ حیرت سے سوچتی' "شاید وہاں پہنچنے سے پہلے ہی میں دریا میں ڈوب جاؤں گی۔" ایک یتیم و یسیر لڑکی کو کوئی ڈھونڈنے نہیں نکلے گا۔ بس اس کا دوست' ننھا ہنس ہی اس کا مونس و غم خوار تھا۔ اس نے ننھے ہنس کے پروں کو پیار سے سہلاتے ہوئے سوچا' "کتنا پیارا ہے یہ۔ اگر میں مر جاؤں گی تو اس کی خبر گیری کون کرے گا؟" یہ سوچ کر اس کا دل اور اداس ہو گیا' اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

اچانک دریا کا شور بڑھنے لگا جیسے کوئی بڑا طوفان آرہا ہو۔

"شاید اونچا پہاڑ قریب آگیا ہے" سفید ہنسنی نے سوچا' "کیا یہ پانی اسی پہاڑ سے آرہا ہے جہاں جنگلی انگور اگتے ہیں؟" وہ ننھے ہنس کی مدد کرنے کے لئے اپنی ٹانگیں لٹکا کر انہیں چپوؤں کی طرح حرکت دینے لگی۔ تیزی سے امنڈتے ہوئے دھارے کا شور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا گیا' اور اس کے پاؤں تہ میں بچھے ہوئے ہموار سنگ ریزوں کو چھونے لگے۔ یہ دریا کے کنارے پائے جانے والے سنگ ریزوں سے مختلف تھے' اور چٹانوں کی سطح سے ٹوٹ کر بنے تھے۔ وہ واقعتاً ایک بلند پہاڑ کے دامن میں پہنچ چکی تھی۔ وہ ننھے ہنس کی پشت سے اتر کر پانی میں کھڑی ہو گئی جو اس کی ٹانگوں سے ٹکراتا ہوا آگے کی طرف بہتا رہا۔ اس نے ننھے ہنس کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور اسے چومتے ہوئے کہا' "میرے پیارے سے' ننھے سے ہنس' اب تم گھر واپس چلے جاؤ۔ میں پہاڑ پر جنگلی انگور ڈھونڈنے جا رہی ہوں۔" پھر اس نے الوداعی کلمات ادا کئے' اور آگے کی طرف چل پڑی۔

یہ ایک ویران پہاڑ تھا جس پر انسان کا گزر شاذ و نادر ہی ہوتا تھا۔ اس پر ہر طرف عجیب و غریب قسم کی گول چٹانیں اور خار دار بیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ایسے میں ایک نابینا آدمی تو کجا ایک بینا آدمی بھی آسانی سے پہاڑ پر چڑھنے کا راستہ نہیں ڈھونڈ سکتا۔ "کاش میں جنگلی انگوروں تک پہنچ سکوں!" وہ خود کو دلاسا دیتی ہوئی پہاڑ پر چڑھنے لگی۔

وہ دھیرے دھیرے گول چٹانوں پر قدم رکھتی ہوئی اور ارد گرد اگی ہوئی جھاڑیوں کو پکڑ کر اوپر چڑھتی رہی۔ بعض اوقات اس کا قدم غلط پڑتا تو بہت سی چٹانیں ایک خوف ناک شور کے ساتھ نیچے کی طرف لڑھکنے لگتیں، اور وہ بھی پھسل کر نیچے گر جاتی۔ وہ کسی چیز کا سہارا تلاش کرنے کے لئے اپنے ہاتھ آگے بڑھاتی تو وہ خار دار بیلوں میں الجھ کر زخمی ہو جاتے، اور ان سے خون رسنے لگتا۔ وہ بار بار گرتی رہی لیکن اس نے ہار ماننے سے انکار کر دیا اور مسلسل اوپر کی طرف چڑھتی رہی۔

آخر کار وہ صنوبر کے ایک بہت بڑے پیڑ کے نیچے پہنچ کر ستانے لگی۔ اچانک اسے ایک بھیانک آواز سنائی دی، اور وہ دہشت کے عالم میں جلدی سے پیڑ کے اوپر چڑھ گئی۔ اس نے پیڑ کی ایک شاخ کو مضبوطی سے تھام لیا اور دم سادھے بیٹھی رہی۔ وہ خوف ناک آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی، اور اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ کسی ریچھ کی آواز ہے۔ اسے معلوم تھا کہ ریچھ کا جسم بھینسے جتنا بڑا ہوتا ہے اور اس کی بھویں اس کے جسم کے بال جتنی لمبی ہوتی ہیں۔ مزید یہ کہ اس کے اگلے دونوں پنجوں پر جو بہت چوڑے ہوتے ہیں، موٹے موٹے گٹھے پڑے ہوتے ہیں۔ یہ اتنا طاقت ور ہوتا ہے کہ کسی پیڑ کو جڑ سے اکھاڑ سکتا ہے۔ اگر اس نے کہنہ سال صنوبر کو ہلانا شروع کر دیا تو؟ لیکن ریچھ خاموشی سے ارد گرد کا جائزہ لینے لگا۔ تیز ہوا اس کے چہرے سے

ٹکرا رہی تھی جس کی وجہ سے اس کی لمبی بھویں نیچے ڈھلک کر اس کی آنکھوں کو ڈھانپ لیتی تھیں۔ چناں چہ وہ ننھی ہنسنی کو نہ دیکھ سکا جو دم سادھے ہوئے پتوں کے درمیان چھپی ہوئی تھی۔ ریچھ دو چار بار غرایا اور آگے بڑھ گیا۔ اس کی خوف ناک آواز سن کر پیڑوں پر بیٹھے ہوئے پرندے ڈر گئے' اور شور مچاتے ہوئے چاروں طرف اڑنے لگے۔

ننھی ہنسنی جو تھکن سے چور چور ہو چکی تھی' پیڑ پر بیٹھی ہوئی اونگھنے لگی۔ پیڑ کی شاخیں ہوا کے ساتھ ساتھ دھیرے دھیرے جھول رہی تھیں' اور پرندے اپنی میٹھی آواز میں یوں چہچہا رہے تھے جیسے لوری سنا رہے ہوں —— فضا کتنی خوش گوار اور حرارت آمیز تھی! دیکھتے دیکھتے اسے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

اچانک ہوا کا ایک تند و تیز جھونکا آیا اور وہ شاخ سے نیچے گرتے گرتے بچی۔ دراصل ہوا کا یہ جھونکا ایک عقاب کے ساتھ آیا تھا جو نیچے اتر کر پیڑ کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے بازو اتنے بڑے تھے کہ انہوں نے پھیل کر پیڑ کے تقریباً سارے بالائی حصے کو ڈھانپ لیا تھا۔ اس کے پنجوں نے آہنی آنکڑوں کی طرح اس شاخ کو جکڑ رکھا تھا جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا' اور اس کی دھار دار چونچ کسی کلہاڑی کی طرح شاخ پر ضربیں لگا رہی تھی۔ خوش قسمتی سے وہ مسلسل آسمان کی طرف دیکھتا رہا' اس لئے اس کی نظر سفید ہنسنی پر نہیں پڑی جو پیڑ کے

تنے سے پھسلتی ہوئی نیچے اتر آئی تھی۔ وہ دوبار زور سے چلّایا اور اوپر کی طرف اڑ گیا جس کی وجہ سے پورا پیڑ دیر تک ہلتا رہا۔

سفید ہنسنی ایک بار پھر گھسٹتی ہوئی آگے کی طرف بڑھنے لگی ۔ اس کے کپڑے تار تار ہو چکے تھے۔ اس کے چہرے اور ہاتھوں پر جگہ جگہ خراشیں پڑی ہوئی تھیں' اور ان سے خون رس رہا تھا۔ اچانک اس نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ ایک بڑی چٹان کو چھو رہے ہیں جو ٹھنڈی اور پھسلنی تھی۔ وہ اس پر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن چٹان حرکت کرتی ہوئی ایک تنگ گھاٹی میں گھس گئی۔ دراصل یہ چٹان نہیں تھی بلکہ ایک بہت بڑا اژدہا تھا جس کا جسم پیپے جتنا موٹا تھا' اور وہ اتنا عمر رسیدہ تھا کہ اس کی عمر کے بارے میں کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا تھا۔ خوش قسمتی سے اس نے سفید ہنسنی کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا۔ سفید ہنسنی کو بہت ڈر لگ رہا تھا لیکن جنگلی انگوروں کو پانے کی لگن اسے آگے بڑھنے پر اکساتی رہی۔ "زندگی بھر اندھار ہنے سے بہتر ہے کہ کوئی درندہ مجھے چیر پھاڑ کر کھا جائے۔"

جب وہ ایک ڈھلواں چٹان پر پہنچی تو تھکن سے نڈھال ہو چکی تھی۔ وہ کچھ دیر سستانا چاہتی تھی۔ وہ چٹان کو دونوں ہاتھوں سے ٹٹولنے لگی اور جب اس کے ہاتھ اس کی ہموار سطح سے مس ہوئے تو وہ مطمئن ہو گئی۔ وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ ایک ڈھلواں چٹان کے

کنارے کھڑی ہوئی ہے۔ اس نے وہاں بیٹھنا چاہا لیکن نیچے ایک گھاٹی میں جا گری۔ گھاٹی میں گرتے ہی اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی اور وہ اسی عالم میں وہاں آدھی رات تک پڑی رہی۔

جب اسے ہوش آیا تو محسوس ہوا کہ وہ نرم کیچڑ پر گری تھی، ورنہ وہ گرتے ہی ہلاک ہو جاتی۔ چند لمحوں بعد اسے قریب ہی سے کسی چشمے کی گنگناہٹ سنائی دی، اور وہ پیٹ کے بل رینگتی ہوئی اس طرف بڑھنے لگی۔ پھر ایک حیرت انگیز معجزہ رونما ہوا۔ چشمے پر پہنچ کر اس نے جوں ہی اپنے ہاتھ پاؤں دھوئے، اس صبر آزما سفر کے دوران اسے جتنے بھی زخم آئے تھے، وہ خود بہ خود بھر گئے۔ وہ خود کو تازہ دم اور چست محسوس کرنے لگی، اور اس کے اندر پھر سے ایک نئی قوت عود کر آئی۔ "ہو سکتا ہے یہ ننھا چشمہ مجھے جنگلی انگوروں تک پہنچا دے۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا، اور چشمے کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ لیکن ابھی اس نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اس کا پاؤں لڑکھڑا گیا، اور اس کا جسم فضا میں معلق، ایک بہت گہری گھاٹی کی طرف گرنے لگا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ہوا اس کے کانوں میں سیٹیاں بجا رہی تھی۔ "اس بار میں زندہ نہیں بچوں گی۔" اس نے سوچا۔

اچانک اس نے محسوس کیا کہ بیچ ہی میں گدے جیسی کسی نرم سی چیز نے اسے تھام لیا ہے۔ اس نے سہارا لینے کے لئے اپنے ہاتھ

پھیلائے تو وہ چند بیلوں سے مس ہوئے۔ اس نے انہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ اچانک بیلوں سے اس کے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے قطرے ٹپکنے لگے۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے حیرت سے سوچا۔ اس نے بیلوں کو ٹٹولا تو یہ انکشاف ہوا کہ ان پر گولیوں جیسی کسی چکنی اور ٹھنڈی چیز کے گچھے لٹکے ہوئے ہیں۔ اس نے انہیں دبایا تو اس کے ہاتھ رس سے تر ہو گئے۔ اس نے ایک دانے کو چکھا تو وہ بہت میٹھا تھا۔ ان گچھوں سے بھینی بھینی خوش بو بھی آ رہی تھی۔ "کیا جنگلی انگور یہی ہیں؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔ اس نے ایک گچھا کھایا، پھر دوسرا، پھر تیسرا، اچانک اس کی آنکھوں کی روشنی واپس آ گئی، اور اسے تمام چیزیں صاف نظر آنے لگیں۔

اس نے کھڑے ہو کر اطراف کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ جنگلی بیلوں کا یہ سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ انگور کا ہر دانہ گہرا سرخ اور اس کا چھلکا موتی کی طرح پتلا اور شفاف تھا، اور اس کی پتیاں گہرے سبز رنگ کی تھیں۔ اس نے اوپر کی طرف دیکھا، نیلے آسمان پر سفید سفید بادل دھیرے دھیرے تیر رہے تھے اور ان کے نیچے پہاڑ کی چوٹیاں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ ان چوٹیوں سے جگہ جگہ چشمے ابل رہے تھے جن سے ان معجز نما انگوروں کی بیلیں سیراب ہوتی تھیں۔ "مجھے ان میں سے چند انگور گھر لے جانا چاہئے تاکہ دوسرے نابینا آدمی بھی ان سے

فیض یاب ہو سکیں۔ "اس نے خود سے کہا۔ اس نے چند بیلیں توڑ کر ان سے ایک ٹوکری بنائی اور اسے انگوروں سے بھر کر گھر جانے کے لئے تیار ہو گئی۔

چوں کہ اب سفید ہنسنی کی بینائی بحال ہو گئی تھی 'اس لئے اس ویران پہاڑ سے نیچے اترنے کا راستہ ڈھونڈنے میں اسے زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ جب وہ گھر واپس پہنچی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کی ظالم چچی مر چکی ہے۔ سفید ہنسنی نے اپنے ساتھ لائے ہوئے انگور نابینا لوگوں میں تقسیم کر دئے 'اور اس طرح ان کی زندگی میں روشنی اور رنگوں کی دنیا واپس لوٹ آئی۔

دور، کچھ فاصلے پر سرسبز اور پرشکوہ پہاڑ سر اٹھائے کھڑے تھے۔ نیچے ایک گاؤں تھا جس کے سامنے سے ایک صاف وشفاف دریا گندم کے سنہری کھیتوں کے درمیان بل کھاتا ہوا بہہ رہا تھا۔ دریا کے دونوں کناروں پر چنار اور بید مجنوں کے خوب صورت پیڑ اگے ہوئے تھے، اور ان میں آڑو کے کچھ پیڑ بھی تھے جو پھولوں سے لدے ہوئے

چن چن

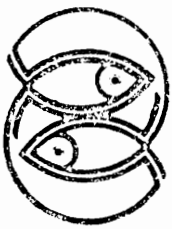

باب اژدر کی مہم

تھے۔ ابابیلیں گندم کے پودوں پر منڈلاتی ہوئی تیر کی طرح نیلے آسمان کی طرف اڑ جاتیں۔ شہد کی مکھیاں پھولوں کے گرد گھومتی ہوئی اپنے کام میں مصروف تھیں اور تتلیاں سرخوشی کے عالم میں ادھر سے ادھر لہراتی پھر رہی تھیں۔ دریا کے کنارے اگے ہوئے پودوں پر بہت سارے ٹڈے بیٹھے آرام کر رہے تھے۔ اچانک چند چھوٹی کارپ *

* ایک خوب صورت اور خوش ذائقہ مچھلی جو صرف تازہ پانیوں میں پائی جاتی ہے۔

مچھلیوں نے سر اٹھا کر باہر کا جائزہ لیا۔ وہ ٹڈوں کو دیکھ کر ڈر گئیں، اور تیرتی ہوئی وہاں سے دور نکل گئیں۔

سنہری کارپ نے جو غالباً مچھلیوں کے اس جھنڈ کی سرخیل تھی، انہیں آواز دی، "یہاں آؤ، جلدی سے! میں تمہیں ایک اچھی خبر سنانا چاہتی ہوں۔"

"کون سی خبر؟" دوسری کارپ مچھلیوں نے بے تابی سے پوچھا۔

سنہری کارپ نے جواب دیا، "میں پانی سے اچھل کر اس پل کو پار کر سکتی ہوں!"

"تم شیخی بگھار رہی ہو!" کسی مچھلی نے کہا۔

یہ الفاظ سن کر سنہری کارپ بھڑک اٹھی اور اس نے تنک کر جواب دیا، "میں شیخی بگھار رہی ہوں؟ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو میں تمہارے سامنے اس کا عملی مظاہرہ کر سکتی ہوں!"

"ٹھیک ہے، ہم بھی تو دیکھیں۔ میرے خیال میں تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔" ایک مچھلی نے کہا۔

پتھر کا بنا ہوا وہ پرانا پل جس کے کنارے ایک چھوٹا سا پیڑ کھڑا ہوا تھا، ان سے زیادہ دور نہیں تھا۔

"دیکھو، اب میں فضا میں اچھلنے ہی والی ہوں!" سنہری

کارپ ذرا سا پیچھے ہٹی ' اور پھر پوری قوت کے ساتھ اوپر کو اچھل پڑی۔
دوسری مچھلیاں اسے داد دینے کے لئے تالیاں بجانے ہی والی تھیں کہ انہیں پیچھے سے ایک آواز سنائی دی۔ یہ دادی کارپ تھی۔ وہ جلدی سے اس کے پاس پہنچیں۔

"تمہیں پل کے اوپر سے اچھلنے کی اجازت کس نے دی ہے؟" دادی کارپ نے سنہری کارپ کو سخت لہجے میں جھڑکتے ہوئے کہا' "معلوم نہیں' یہ کتنا خطرناک کھیل ہے؟ اگر تم پل سے ٹکرا جاؤ تو؟"

"ایسا نہیں ہوگا' دادی اماں۔" سنہری کارپ نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"نقصان اٹھانے کے بعد پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا! یہاں آؤ' میں تمہیں ایک کہانی سناتی ہوں۔"

تمام مچھلیاں خوشی سے اچھلتی ہوئی اس کے گرد جمع ہو گئیں۔

"یہ کہانی مجھے میری دادی اماں نے سنائی تھی'" اس نے کہانی کا آغاز کیا' "ایک روایت کے مطابق سمندر اور دریا کے سنگم پر ایک 'باب اژدر' ہے جو بہت شان دار اور بہت بلند ہے۔ جو بھی کارپ اچھل کر اس 'باب اژدر' کو عبور کر لے گی وہ فوراً ایک اژدر میں تبدیل ہو کر آسمان کی طرف پرواز کر جائے گی۔ تمہارے اجداد میں

سے ہر ایک نے اسے عبور کرنے کی کوشش کی، لیکن ان میں سے کسی کو بھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی .... "

"دادی اماں، کیا میں باب اژدر کو عبور کر سکتی ہوں؟" سنہری کارپ بیچ میں بول اٹھی۔

"پیاری بچی، تم اس مہم کے لئے ابھی بہت چھوٹی ہو بلکہ بڑی ہونے کے بعد بھی شاید تم اس بڑے باب اژدر کو عبور نہیں کر سکو گی۔"

"دادی اماں، باب اژدر کہاں ہے؟" ایک دوسری مچھلی نے پوچھا۔

"میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتی۔" دادی اماں نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

جب وہ چلی گئی تو تمام مچھلیاں سر جوڑ کر آپس میں باتیں کرنے لگیں۔

سنہری کارپ نے پہل کرتے ہوئے کہا، "میں باب اژدر کی تلاش میں جا رہی ہوں۔ تم میں سے کون میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے؟ کاش میں ایک بڑا اژدر بن سکوں، میں یہاں پڑے پڑے اکتا چکی ہوں۔"

سب سے چھوٹی مچھلی کے علاوہ باقی تمام مچھلیاں اس کا ساتھ

دینے پر تیار ہو گئیں۔ سب سے چھوٹی مچھلی نے کہا' "میں تمہارے ساتھ ضرور چلوں گی' لیکن باب اژدر کو عبور کرنے کے بعد میں پھر سے یہاں واپس آجاؤں گی۔"

سنہری کارپ نے اسے تضحیک آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا' "ایک بار پھر غور کر لو' بعد میں پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"اچھا' تو پھر تم جہاں کہیں بھی جاؤ گی' میں تمہارے ساتھ رہوں گی!" سب سے چھوٹی مچھلی نے جھینپتے ہوئے کہا۔

چناں چہ انہوں نے اس بڑے دریا کے ساتھ ساتھ تیرتے ہوئے اپنا سفر شروع کر دیا۔ راستے میں سنہری کارپ وقتاً فوقتاً سر اٹھا کر ارد گرد کا جائزہ لیتی رہی' لیکن اسے باب اژدر کہیں نظر نہیں آیا۔ تاہم تجسس کا جذبہ انہیں آگے بڑھنے پر اکساتا رہا۔ انہیں یقین تھا کہ اگر وہ مسلسل آگے بڑھتی رہیں گی تو ضرور کامیاب ہوں گی۔

جب دو تین موڑ گزر گئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ دریا زیادہ چوڑا اور گہرا ہوتا جا رہا ہے۔ اچانک وہ ایک تند و تیز گرداب میں جا پھنسیں' اور انہیں اس میں سے نکلنے کے لئے پوری قوت سے تیرنا پڑا۔ گرداب سے نکلنے کے بعد انہوں نے تھوڑی دیر آرام کیا' اور تازہ ہوا میں سانس لینے کے لئے اپنے سر پانی سے باہر نکال لئے۔

آخر کار سب سے چھوٹی مچھلی جو پیچھے رہ گئی تھی، ان کے ساتھ آ ملی۔ "باب اژدر کہاں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"جنوب میں یا شمال میں؟" ایک دوسری مچھلی نے پریشانی کا اظہار کیا۔

"دادی اماں نے کہا تھا کہ باب اژدر بہت بلند ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم دریا کے اگلے موڑ تک پہنچ گئیں تو ہمیں جلد یا بہ دیر باب اژدر نظر آ جائے گا۔" سنہری کارپ کے الفاظ سن کر دوسری مچھلیاں پر سکون ہو گئیں۔

آرام کرنے کے بعد وہ ایک بار پھر آگے کی طرف تیرنے لگیں۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد آبی گھاس نے ان کا راستہ روک دیا۔ وہ بڑی احتیاط کے ساتھ دھیرے دھیرے لمبی گھاس کے درمیان سے گزرنے لگیں۔ "اوہ!" اچانک سب سے ننھی مچھلی زور سے چیخ اٹھی، کیوں کہ اس کی دم گھاس میں الجھ گئی تھی، اور وہ تمام تر کوششوں کے باوجود خود کو چھڑا نہیں پا رہی تھی۔ دوسری مچھلیوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کی مدد کیسے کریں۔ اچانک انہیں ایک گرج دار آواز سنائی دی، "یہ میرے جنگل میں کون گھس رہا ہے؟" اوپر ایک چٹان پر بیٹھا ہوا کیکڑا انہیں اپنی سیاہ آنکھوں سے گھورے جا رہا تھا۔

"یہاں سے بھاگ جاؤ!" کیکڑا اپنے پنجے ہلاتے ہوئے چلایا۔

سنہری کارپ نے جو بہادر تھی' اپنا اور اپنی ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا' "ہم باب اژدر کی تلاش میں نکلی ہیں تاکہ اسے اچھل کر عبور کر سکیں۔"

کیکڑا رینگتا ہوا چٹان سے نیچے اترا اور بولا' "باب اژدر کو اچھل کر عبور کرنا چاہتی ہو؟ کس نے کہا ہے کہ تم یہ کام کر سکتی ہو؟"

"یہ فیصلہ ہم نے خود ہی کیا تھا۔" سنہری کارپ نے جواب دیا۔

کیکڑا بے اختیار ہنس پڑا اور ان کے حوصلے کی تعریف کرتے ہوئے بولا' "تم اچھی بچیاں ہو۔ میں تمہاری مدد کروں گا۔" اس نے اپنے تیز پنجوں سے گھاس کو کاٹ ڈالا' اور اس طرح چھوٹی مچھلی اس کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔

کیکڑے کا شکریہ ادا کرنے کے بعد مچھلیوں کا غول آگے بڑھ گیا۔

اچانک انہیں ایک عجیب سی آواز سنائی دی۔ انہوں نے سطح پر آکر دیکھا تو انہیں دریا کے اوپر ایک بہت بڑا آہنی پل نظر آیا۔ "یہ رہا باب اژدر! یہ رہا باب اژدر!" وہ خوشی سے اچھلتی ہوئی چلّائیں۔

سنہری کارپ پل کو عبور کرنے کے لئے اچھلنے ہی والی تھی کہ اس کی ایک ساتھی نے اسے روکتے ہوئے اشارہ کیا کہ اس کی بجائے پل

کے نیچے سے گزرنا زیادہ آسان ہوگا۔ چناں چہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پل کے نیچے سے گزرتی ہوئی دوسری طرف نکل آئیں۔ پھر ان کے درمیان ایک گرماگرم بحث چھڑ گئی۔ بعض مچھلیوں کا خیال تھا کہ باب اژدر یہی ہے جب کہ بعض مچھلیاں ان سے متفق نہیں تھیں۔ اس اثنا میں انہیں ایک ریل گاڑی سفید دھواں چھوڑتی ہوئی اپنی طرف آتی نظر آئی۔ انہوں نے ریل گاڑی کو بڑے اژدر پر محمول کر لیا' اور ان پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ وہ پانی کی گہرائی میں جا چھپیں۔

جب ریل گاڑی کا شور مدھم پڑ گیا تو مچھلیاں سطح پر ابھر آئیں۔ انہوں نے یہ سوچ کر کہ مبادا کسی مصیبت میں پھنس جائیں' وہاں سے فوری طور پر نکل بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔

انہوں نے اصلی باب اژدر کی کھوج میں اپنا سفر جاری رکھا۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ان کی مڈبھیڑ ایک ماں مچھلی سے ہوئی جو اپنے بچوں کے ساتھ تیر رہی تھی۔ اس نے انہیں مشورہ دیا' "آگے مت جاؤ' ورنہ دریا کے تند و تیز دھارے تمہیں اپنے ساتھ بہا لے جائیں گے۔"

"ہم باب اژدر کی تلاش میں جا رہی ہیں۔" چھوٹی مچھلیوں نے کہا۔

ماں مچھلی یہ سن کر حیرت زدہ رہ گئی اور اس نے نفی میں سر

ہلاتے ہوئے کہا، ''تم لوگ خواب تو نہیں دیکھ رہی ہو؟'' پھر وہ اپنے بچوں کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

چھوٹی مچھلیاں تیرتے تیرتے ایک جگہ پہنچیں جہاں دریا کا پاٹ بہت چوڑا اور گہرا تھا۔ وہاں سنہری کارپ کو ایک نیا پل نظر آیا تو وہ اس پر اچھی طرح نظر ڈالنے کے لئے اپنی دم کو لہراتے ہوئے ذرا سا اوپر کو اچھلی۔ ''میں نے اصلی باب اژدر دیکھ لیا ہے!'' اس نے خوشی سے چھلکتی ہوئی آواز میں اپنی ساتھیوں کو مطلع کیا۔

''کیا یہ بہت اونچا ہے؟'' ''اور یہ کہاں ہے؟'' اس کی ساتھیوں نے بے تابی سے پوچھا۔

وہ باب اژدر کو دیکھنے کے لئے یکے بعد دیگرے فضا میں اچھلنے لگیں۔ یہ پتھر کا بنا ہوا ایک بہت لمبا پل تھا جس پر بہت سارے سرخ جھنڈے ہوا میں لہرا رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اصلی باب اژدر یہی ہے۔ لیکن اسے کون اچھل کر عبور کر سکتا تھا؟

''پہلے میں اچھلوں گی، تم لوگ میرے پیچھے چلے آنا۔'' سنہری کارپ رضا کارانہ طور پر خود پہل کرنا چاہتی تھی۔ وہ تیز رفتاری سے پل کی طرف لپکی، اور پھر اچھل کر فضا میں بلند ہو گئی۔ اگرچہ اس بار وہ پہلے سے زیادہ بلندی تک اچھل آئی لیکن اس کے باوجود پل کی بالائی سطح تک پہنچنے میں ناکام رہی۔ اس نے مزید دم چار بار کوشش کی

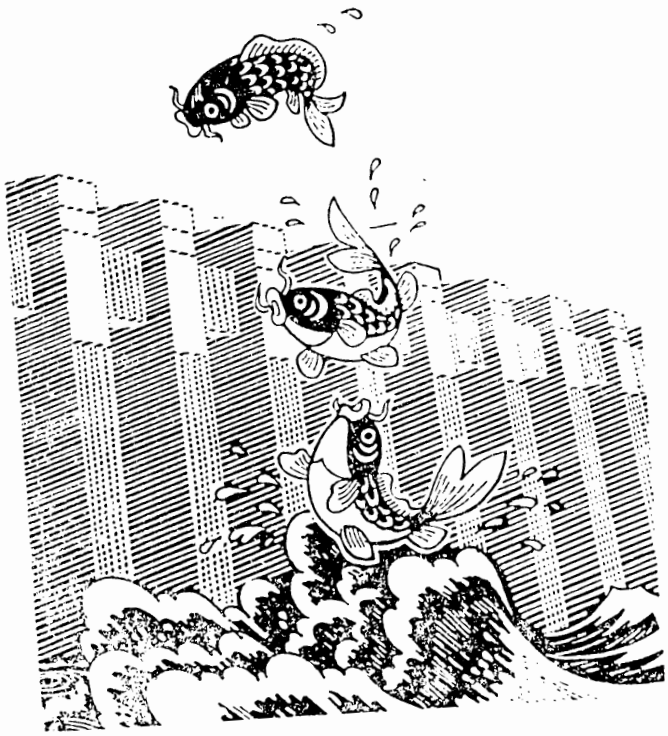

لیکن اسے کام یابی نصیب نہیں ہوئی۔ پھر اچانک ایک اونچی لہر آئی جس نے سنہری کارپ کو اوپر اٹھا دیا۔ اس طرح وہ اب زیادہ بلندی تک اچھل سکتی تھی۔ اسے ایک موثر ترکیب سوجھ گئی۔ اس نے اپنی ایک ساتھی مچھلی کو فضا میں اچھلنے کے لئے کہا' اور جب وہ مچھلی نیچے کی طرف گرنے لگی تو سنہری کارپ نے دوسری مچھلی سے کہا کہ وہ نیچے سے اچھل کر پہلی مچھلی کو پھر اوپر کی طرف اچھال دے تاکہ وہ باب اژدر کو عبور کر کے دوسری طرف پہنچ جائے۔ یہ ترکیب کارگر ثابت ہوئی' اور اس طرح تمام مچھلیوں نے باب اژدر کو عبور کر لیا۔ آخر میں سنہری کارپ ایک بلند لہر کے سہارے اوپر اٹھی' اور پھر اس نے بھی فضا میں اچھل کر باب اژدر کو عبور کر لیا۔

پل کے دوسری طرف پانی صاف و شفاف اور پر سکون تھا۔ تمام مچھلیاں اپنی تھکن دور کرنے کے لئے ستانے لگیں۔ انہوں نے محسوس کیا کہ دادی اماں نے جس خوب صورت منظر کی تصویر کشی کی تھی' یہاں کا منظر اس سے بھی زیادہ حسین اور دل آویز ہے۔ دریا کے دونوں کناروں پر بید مجنوں اور آڑو کے پیڑ اگے ہوئے تھے۔ ہرے بھرے پیڑوں کے درمیان آڑو کے گلابی شگوفوں نے اس منظر کے حسن کو اور زیادہ نکھار دیا تھا۔ تمام مچھلیاں خوشی سے سرشار پانی میں کھیلنے لگیں۔

ہر طرف رات کا اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ اچانک پانی کی سطح پر روشنی بکھر گئی۔ سامنے گاؤں کے مکانات بھی روشن ہو گئے' اور پانی پر ان کا عکس جھلملانے لگا۔ مچھلیوں نے اس سے پہلے اتنی زیادہ روشنیاں کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ وہ حیرت سے سوچ رہی تھیں کہ کیا یہ آسمان ہی ہے؟ وہ اسی الجھن میں گرفتار تھیں کہ ایک ابابیل اڑتی ہوئی ان کے پاس آئی۔

"مچھلیو' تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟" ابابیل نے جو انہیں وہاں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی تھی' سوال کیا۔

"ہم نے باب اژدر کو اچھل کر عبور کیا' اور یہاں پہنچ گئیں۔" مچھلیوں نے جواب دیا۔

پھر انہوں نے ابابیل سے پوچھا' "کیا باب اژدر پر جھلملانے والی روشنیاں ستاروں کی ہیں؟"

"یہ وہی چمک دار موتی ہیں جن کا ذکر قدیم داستانوں میں کیا گیا ہے۔" ابابیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ پھر اس نے انہیں بتایا کہ دور کچھ اور "موتی" بھی جھلملا رہے ہیں۔

ابابیل وہاں سے جانے لگی تو ایک مچھلی نے اس سے سوال کیا' "تم اپنا راستہ کیسے ڈھونڈو گی؟"

"راستے میں جگہ جگہ چمک دار موتی جھلملا رہے ہیں' اس لئے

میرے راہ بھٹکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ابابیل نے جواب دیا۔

پھر سنہری کارپ کے ذہن میں ایک خیال آیا' اور اس نے ابابیل سے کہا' "خالہ ابابیل' کیا تم ہمارا پیغام ہماری دادی اماں کو پہنچا سکتی ہو؟ مہربانی کر کے انہیں یہ بتا دینا کہ ہم نے باب اژدر کو عبور کر لیا ہے۔"

دوسری مچھلی بولی' "دادی اماں سے کہنا' ہم چاہتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے ساتھ آملیں۔"

ابابیل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا' "لیکن میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ یہ باب اژدر نہیں' 'باب اژدر آبی ذخیرہ' ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بہرصورت' یہ ایک بہت دل کش جگہ ہے۔" مچھلیوں نے کہا۔

ابابیل ان سے رخصت ہو کر اپنے گھر کی طرف اڑ گئی' اور کچھ ہی دیر میں مچھلیوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

مچھلیوں کو یقین تھا کہ ان کا پیغام ملتے ہی ان کی دادی اماں' ابا اور ماں جلد ہی ان کے پاس پہنچ جائیں گے' اور اس کے بعد وہ سب ہنسی خوشی یہاں رہنے لگیں گے۔

ہوچھی

مچھلی اور شکاری پرندہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بڑی جھیل میں دو بہنیں، مچھلیاں رہا کرتی تھیں۔

ایک روز ایک سیاہ گردن جنگلی پرندہ جھیل پر آیا اور اس نے دونوں بہنوں سے کہا، "میری بہنو، تم اس جھیل میں کیوں ٹھہری ہوئی ہو؟"

"آخر اس میں کیا حرج ہے؟" بڑی بہن نے پوچھا۔

"کل سورج جھیل کو خشک کر دے گا اور اس طرح تم ہلاک ہو جاؤ گی۔"

چھوٹی مچھلی خوف زدہ ہو گئی۔ اس نے سوال کیا، ''پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟''

جنگلی پرندے نے جواب دیا، ''یہ تو بہت آسان بات ہے۔ پہاڑی کے پیچھے اس سے بھی زیادہ بڑی جھیل ہے، اگر تم کہو تو میں تمہیں وہاں لے چلوں۔''

چھوٹی مچھلی یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور اس نے اپنی بہن سے پوچھا کہ اس کی کیا رائے ہے۔

بڑی مچھلی نے اسے سمجھایا کہ اتنی بڑی جھیل صرف ایک دن میں کسی بھی طور خشک نہیں ہو سکتی، اور یہ کہ پرندے کی نیت اچھی نہیں ہے۔

لیکن خوف زدہ چھوٹی بہن نے اس کی ایک نہ سنی، اور پرندے کو اجازت دے دی کہ وہ اسے اپنی چونچ میں اٹھا کر بڑی جھیل پر پہنچا دے۔

راستے میں پرندے نے مچھلی کو ایک چٹان پر ڈالا اور اسے چٹ کر گیا۔

دو دن بعد جب پرندے کو بھوک نے ستایا تو اس نے جھیل پر جا کر بڑی مچھلی سے کہا، ''بہن مچھلی، تمہاری چھوٹی بہن پہاڑی کے پیچھے بڑی جھیل میں آرام سے زندگی گزار رہی ہے، لیکن اسے تمہاری یاد

ستاتی رہتی ہے۔ اس نے مجھے یہ بتانے کے لئے روانہ کیا ہے کہ وہ تمہیں اپنے پاس بلانا چاہتی ہے۔"

بڑی مچھلی یہ دیکھ ہی چکی تھی کہ اس کی جھیل ابھی تک خشک نہیں ہوئی، اس لئے اس کے ذہن میں یہ شبہ جاگزیں ہو چکا تھا کہ اس کی چھوٹی بہن پرندے کی چال بازی کا نشانہ بن چکی ہے، کیوں کہ جنگلی پرندے مچھلیوں کا شکار کرتے ہی رہتے ہیں۔ اس کے باوجود اس نے مکار پرندے سے کہا، "تو پھر مجھے اپنی چونچ میں اٹھا کر لے چلو۔"

پرندے نے اپنی لمبی گردن پانی کی طرف بڑھائی، لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا، دانش مند مچھلی اچھل کر پانی سے باہر نکلی، اور پرندے کو گردن سے دبوچ کر پانی کے اندر لے گئی، اور یوں پرندے کی فریب کاریوں کا خاتمہ ہو گیا۔

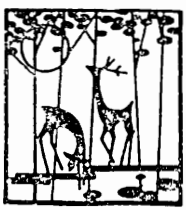

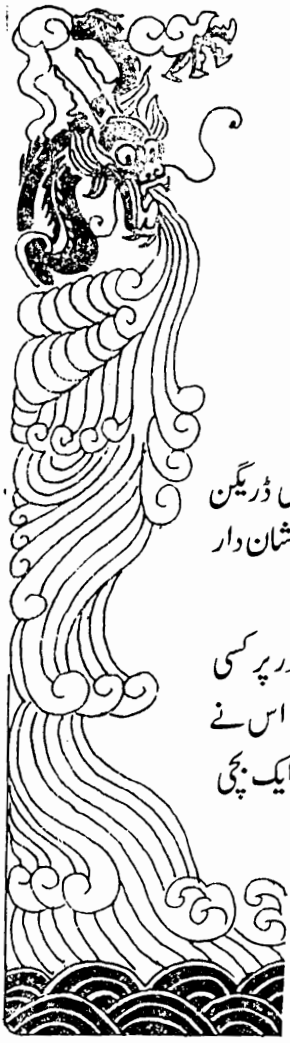

چھن وی چیون

ڈریگن شہزادی

(۱)

ایک زمانے میں ایک بوڑھی ڈریگن ملکہ مشرقی سمندر کے قریب اپنے شان دار محل میں رہا کرتی تھی۔

ایک دن اسے ساحل سمندر پر کسی پرندے کا ایک سرخ انڈا پڑا ہوا ملا۔ اس نے اسے کھالیا جس کے نتیجے میں اس نے ایک بچی کو جنم دیا۔

ڈریگن ملکہ اپنی بیٹی سے بہت محبت کرتی تھی، اور اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھی۔

شہزادی ایک مرجانی محل میں رہتی تھی جس کی کھڑکیوں کے پردے سرخ اور سبز منکوں کی لڑیوں سے بنائے گئے تھے۔ محل کے وسط میں ایک بہت بڑا موتی رکھا ہوا تھا جو ہر وقت چمکتا رہتا تھا۔ شہزادی کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے ڈریگن ملکہ نے ایک بوڑھے آبی پریت کو مامور کیا کہ وہ اسے کہانیاں سنایا کرے۔

ہوائیں چلتی رہیں اور سمندر کی لہریں ڈوبتی ابھرتی رہیں۔ یوں وقت کے ساتھ ساتھ شہزادی جوان ہو گئی۔

قرمزی مچھلیوں کا شہزادہ اسے شادی کا پیغام دینے آیا لیکن وہ اس کا بھاڑ سا منہ دیکھ کر ڈر گئی' اور اس نے انکار کر دیا۔ پھر جھینگوں کا سردار شاہانہ طمطراق کے ساتھ اس کا ہاتھ تھامنے کی درخواست لے کر آیا تو وہ اس کی لمبی مونچھوں کو دیکھ کر ڈر گئی' اور اس نے انکار کر دیا۔

ڈریگن ملکہ تشویش میں مبتلا ہو گئی' اور اس نے شہزادی سے کہا' "پیاری بیٹی' تم میری اکلوتی اولاد ہو اور میں تم سے بے پناہ محبت کرتی ہوں۔"

"لیکن میں تم سے جدا نہیں ہونا چاہتی' ماں۔"

"جس طرح بیلوں میں شگوفے پھوٹتے ہیں اور پھولوں سے پھل نمودار ہوتے ہیں' اسی طرح ہر لڑکی کو ایک نہ ایک دن بیاہ کرنا ہی

پڑتا ہے۔"

"نیلے اور سرخ موتی ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو گئے ہیں' اور میں اسی کا انتخاب کروں گی جو میری پسند کی کسوٹی پر پورا اترے گا۔ میں اپنا شوہر خود تلاش کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم کیسا آدمی چاہتی ہو؟"

"جو سب سے زیادہ بہادر ہو۔"

"یہ کام تم سے نہیں ہو سکے گا!"

"کیوں نہیں ہو سکے گا؟"

"تم اس بے کراں سمندر کی تند و تیز ہواؤں اور بلند لہروں کے سامنے دہشت زدہ ہو جاؤ گی۔"

"مجھے تیرنا آتا ہے۔"

"وہاں گہری کہر چھائی رہتی ہے اور یخ بستہ ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ تم راستے ہی میں ٹھٹھر جاؤ گی۔"

"مجھے چلنا آتا ہے۔"

ڈریگن ملکہ کو بیٹی کی جدائی گوارا نہیں تھی' اس لئے اس نے اسے اجازت نہیں دی۔

شہزادی اس صدمے سے نڈھال ہو کر دن بہ دن سوکھتی چلی گئی۔ ماں اسے پیار سے سمجھاتی رہتی لیکن اس کے باوجود وہ اندر ہی اندر

کڑھتی رہتی۔

آخر کار ایک دن اس کی ماں نے کہا' "پیاری بیٹی' تم ہر وقت اداس رہتی ہو۔ تم جیسی لڑکی اس آزار کو کب تک برداشت کر سکتی ہے۔ جاؤ' اپنی پسند کا آدمی تلاش کر لو۔"

شہزادی خوشی سے کھل اٹھی۔ تاہم روانگی سے قبل وہ قدرے پریشان تھی کیوں کہ اس سے پہلے وہ کبھی گھر سے دور نہیں گئی تھی۔

ڈریگن ملکہ نے اپنی بیٹی کی یہ کیفیت بھانپ لی۔ چناں چہ اس نے اس کے گلے میں موتیوں کا ایک ہار ڈالا' اور پھر اس کے کندھے پر ایک تھیلا لٹکاتے ہوئے کہا' "پیاری بیٹی' پریشان مت ہو۔ موتی ہوا اور پانی سے تمہاری حفاظت کریں گے' اور اس تھیلے میں بے شمار بیش قیمت چیزیں بھری ہوئی ہیں جو تمہارے لئے بہت کار آمد ثابت ہوں گی۔"

(۲)

اس طرح شہزادی وہاں سے روانہ ہو گئی۔

وہ تین ماہ تک سمندر میں تیرتی رہی لیکن اس دوران اسے دنیا کا سب سے بہادر آدمی کہیں نظر نہیں آیا۔ اس وقت تک لہروں کا

خوف اس کے دل سے نکل چکا تھا۔

پھر وہ ساحل پر پہنچی اور تین ماہ تک ایک جنگل میں سفر کرتی رہی۔ اس دوران بارش کا خوف اس کے دل سے نکل چکا تھا۔ تاہم اسے دنیا کا سب سے بہادر آدمی کہیں نظر نہیں آیا۔

وہ جنگل سے باہر نکل آئی۔ راستے میں اسے ایک چرواہا لڑکا ملا تو اس نے اس سے پوچھا' "تم نے یہاں بہت سے آدمیوں کو گزرتے دیکھا ہو گا۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ دنیا کا سب سے بہادر آدمی کہاں ملے گا؟"

لڑکے نے غم ناک لہجے میں جواب دیا' "یہ درست ہے کہ یہاں سے بے شمار آدمی گزر چکے ہیں' لیکن مجھے کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا جسے دنیا کا سب سے بہادر آدمی کہا جا سکے۔"

شہزادی نے کہا' "تم پریشان دکھائی دیتے ہو۔ آخر تمہاری اس پریشانی کا سبب کیا ہے؟"

لڑکے نے جواب دیا' "تمہاری آنکھیں بڑی اور چمک دار ہیں۔ کیا تم خود نہیں دیکھ سکتیں؟"

"کیا نہیں دیکھ سکتی؟"

"سورج آگ اگل رہا ہے' اور بارش کے کوئی آثار نظر نہیں آتے کیوں کہ آسمان پر بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تک نہیں

ہے۔ پانی کے بغیر ساری گھاس جل جائے گی، پھر میری بھیڑیں کیسے زندہ رہ سکیں گی؟"

"یہ تو بہت معمولی سی بات ہے۔" شہزادی نے یہ کہتے ہوئے اپنے تھیلے سے سیاہ رنگ کا ایک مہین سا رومال نکال کر آسمان کی طرف اچھال دیا جس نے سورج کو پوری طرح ڈھانپ لیا۔ دیکھتے دیکھتے ہر طرف اندھیرا چھا گیا اور موسم خنک ہو گیا۔

چرواہا زور سے چلا اٹھا، "یہ تم نے کیا کر دیا؟ میں اس اندھیرے میں اپنی بھیڑوں کو کیسے دیکھ سکوں گا؟"

شہزادی نے کشیدہ کاری کی مٹھی بھر سوئیاں فضا میں اچھال دیں۔

دیکھتے دیکھتے آسمان پر لاتعداد ستارے جگمگانے لگے۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے اپنا گاؤں نظر نہیں آ رہا ہے۔"

شہزادی نے اپنے تھیلے سے ایک آئینہ نکالا اور اسے اوپر کی طرف اچھال دیا۔ دیکھتے دیکھتے آسمان پر ایک چاند نمودار ہو گیا۔

لیکن چرواہے کی اداسی دور نہیں ہوئی۔

شہزادی نے کہا، "آخر تم چاہتے کیا ہو؟ اب تم کس بات کے لئے پریشان ہو؟"

"اگرچہ تپش اور تاریکی دور ہو چکی ہے، لیکن اب مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"تم بھیڑ کا دودھ کیوں نہیں پی لیتے؟"

"دودھ سردار 'ہو' کا ہے۔"

"تم بھیڑ کا گوشت کیوں نہیں کھا لیتے؟"

"بھیڑیں بھی سردار 'ہو' کی ہیں۔"

شہزادی نے اپنے تھیلے سے مچھلی کے گوشت کے تین کوفتے نکالے۔ چرواہے نے ایک ہی کوفتہ کھایا تھا کہ اس کی بھوک ختم ہو گئی۔

لیکن اس کی اداسی اب بھی دور نہیں ہوئی۔ شہزادی نے پھر پوچھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔

"مجھے سردی لگ رہی ہے۔" لڑکے نے کہا۔

"تم بھیڑ کی کھال کیوں نہیں اوڑھ لیتے؟"

"ساری کھالیں سردار 'ہو' کی ہیں۔"

شہزادی نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور اس کے ساتھ ہی سیاہ رومال اپنی جگہ سے ہٹنے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد آسمان پر سورج نمودار ہو گیا، اور رومال نے چاند کو ڈھانپ لیا۔ اور پھر رومال نے سورج کو چھپا لیا تو چاند نمودار ہو گیا۔ اس وقت سے دنیا میں رات کے

بعد دن اور دن کے بعد رات کا سلسلہ شروع ہوا۔

سورج میں حرارت تھی اور چاند میں خنکی، اس لئے اب چرواہے کی اداسی دور ہو چکی تھی۔

"تم میرے ساتھ کیوں نہیں چلتے؟" شہزادی نے چرواہے سے کہا۔

"لیکن میری بھیڑوں کا کیا بنے گا؟"

شہزادی نے اپنے تھیلے سے تین خانوں والی ایک صندوقچی نکالی اور ایک ایک کر کے تمام بھیڑوں کو پہلے خانے میں بھر دیا۔ اس نے صندوقچی کو دوبارہ تھیلے میں رکھ دیا، اور لڑکے سے کہا کہ وہ اسے اپنے کندھے پر لٹکا لے۔

(۳)

ہر طرف گندم کے سنہری کھیت لہلہا رہے تھے۔ لیکن جس کسان نے یہ گندم بویا تھا، وہ ایک طرف بیٹھا رو رہا تھا۔

شہزادی نے چرواہے سے پوچھا، "یہ کسان رو کیوں رہا ہے، حالاں کہ گندم کی فصل اتنی عمدہ ہے؟"

"اسے اس میں سے ایک دانہ تک نہیں ملے گا۔" لڑکے نے جواب دیا' "ساری گندم سردار 'ہو' لے جائے گا۔"

لڑکے نے مچھلی کے گوشت کا ایک کوفتہ کسان کو دے دیا۔ کوفتہ کھاتے ہی کسان کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے پیٹ بھر کھانا کھا لیا ہو۔

شہزادی نے تھیلے سے صندوقچی نکالی' اور کسان سے کہا کہ وہ ساری گندم اس کے دوسرے خانے میں بھر دے۔ اور جب یہ کام مکمل ہو گیا تو اس نے صندوقچی کو دوبارہ تھیلے میں ڈال دیا' اور لڑکے سے کہا کہ وہ اسے اپنے کندھے پر لٹکا لے۔

کسان بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔

(۴)

سامنے ایک صاف و شفاف دریا بہ رہا تھا جس میں بے شمار مچھلیاں اٹھکھیلیاں کرتی پھر رہی تھیں' لیکن دریا کے کنارے بیٹھا ہوا مچھیرا اداس اور پریشان نظر آ رہا تھا۔

شہزادی نے چرواہے سے پوچھا' "یہ مچھیرا اتنا اداس کیوں

ہے حالانکہ اس کا جال مچھلیوں سے بھرا ہوا ہے؟"

"یہ ساری مچھلیاں سردار 'ہو' کی ہیں' اور وہ انہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔"

لڑکے نے مچھلی کے گوشت کا ایک کوفتہ مچھیرے کو دے دیا جسے کھاتے ہی اس کا پیٹ بھر گیا۔

شہزادی نے صندوقچی نکالی اور مچھیرے نے اپنی ساری مچھلیاں اس کے تیسرے خانے میں بھر دیں۔ صندوقچی کو دوبارہ تھیلے میں ڈالنے کے بعد شہزادی نے لڑکے سے کہا کہ وہ اسے اپنے کندھے پر لٹکا لے۔

مچھیرا بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔

"نیلا آسمان بے کراں ہے' اور یہ راستہ بھی لامتناہی ہے۔" لڑکے نے کہا' "آخر ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"ہمیں سردار 'ہو' کو ڈھونڈنا ہے!" شہزادی نے جواب دیا۔

(۵)

وہ چاروں سردار "ہو" کے سامنے پہنچے تو وہ چرواہے پر برس

پڑا' "میری بھیڑیں کہاں ہیں؟"

"چراگاہ میں۔"

"گھاس کہاں ہے؟"

"آگ میں۔"

"آگ کہاں ہے؟"

"پانی میں۔"

"پانی کہاں ہے؟"

"پیالی میں۔"

"پیالی کہاں ہے؟"

"صندوقچی میں۔"

"صندوقچی کہاں ہے؟"

"یہ رہی۔"

چرواہے نے اپنے کندھے سے تھیلا اتارا اور اسے زمین پر رکھ دیا۔

شہزادی نے تھیلے سے صندوقچی نکالی۔ اس نے جوں ہی صندوقچی کا پہلا خانہ کھولا' بھیڑیں اور دوسیمنے باہر نکل آئے۔

سردار "ہو" نے کسان سے پوچھا' "تم نے جو گندم کاٹی تھی' کہاں ہے؟"

"آگ میں۔"

"آگ کہاں ہے؟"

"پانی میں۔"

"پانی کہاں ہے؟"

"پیالی میں۔"

"پیالی کہاں ہے؟"

"صندوقچی میں۔"

"صندوقچی کہاں ہے؟"

"یہ رہی۔"

شہزادی نے صندوقچی کا دوسرا خانہ کھول کر ساری گندم نیچے ڈھیر کر دی جس سے ایک پورا گودام بھر سکتا تھا۔

سردار "ہو" نے مچھیرے سے سوال کیا، "مچھلیاں کہاں ہیں؟"

"پانی میں۔"

"پانی کہاں ہے؟"

"پیالی میں۔"

"پیالی کہاں ہے؟"

"صندوقچی میں۔"

"صندو قچی کہاں ہے؟"

"یہ رہی۔"

شہزادی نے صندو قچی کا تیسرا خانہ کھولا اور ساری مچھلیاں ایک حوض میں الٹ دیں۔

سردار "ہو" خوشی سے کھل اٹھا۔

"چرواہے' یہ صندو قچی کس کی ہے؟"

"اس لڑکی کی۔"

"تم اسے میرے ہاتھ بیچو گی؟" اس نے شہزادی سے پوچھا۔

"نہیں' البتہ میں چند چیزوں سے اس کا تبادلہ کر سکتی ہوں۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"تمہارا دریا اور اس کی مچھلیاں' اس مچھیرے کے لئے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"میں تمہاری زمین اور اس کا گندم چاہتی ہوں' اس کسان کے لئے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"میں تمہاری چراگاہ اور بھیڑیں چاہتی ہوں' اس چرواہے کے لئے۔"

"وہ یہ ساری چیزیں اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔"

شہزادی نے سردار "ہو" کے ہاتھ میں صندوقچی تھماتے ہوئے کہا، "تم اسے کہاں رکھو گے؟"

"اپنی میز پر۔"

"ہوا اسے اڑا کر لے جائے گی۔"

"اپنے بستر کے نیچے۔"

"چوہے اسے کتر ڈالیں گے۔"

"اسے میں اپنے ہاتھ میں رکھوں گا۔"

"جب تم سو جاؤ گے تو کوئی اسے اڑا لے جائے گا۔"

سردار "ہو" کا دماغ جواب دے گیا۔

"سب سے محفوظ طریقہ یہ ہے کہ تم خود اس صندوقچی کے اندر رہو۔ اس طرح کوئی شخص اسے ہتھیا نہیں سکتا۔"

"بہت اچھا۔" سردار "ہو" نے کہا، اور وہ جلدی سے صندوقچی کے اندر داخل ہو گیا۔

شہزادی نے صندوقچی کو بند کر کے اس کا ڈھکنا تھپتھپایا۔ دوسرے لمحے صندوقچی لٹو کی طرح فضا میں چکر کھانے لگی، ۳۳ بار دائیں طرف سے بائیں طرف اور ۳۳ بار بائیں طرف سے دائیں طرف۔

صندو قچی کے گھومنے کا عمل ختم ہوا اور وہ دیکھتے دیکھتے ایک گھونگے کے خول میں تبدیل ہو گئی۔ وقت گزرتا رہا، پھر گھونگے کے خول میں سے ایک موٹا، لجلجا سا سر نمودار ہوا۔

اب سردار "ہو" ایک کاہل اور سست رفتار گھونگا بن چکا تھا۔ جب سورج چمکتا تو وہ اپنے خول میں چھپ جاتا، اور جب ہوا چلتی تو بھی وہ اپنے خول ہی میں سمٹا رہتا۔ وہ اب بھی انتہائی سست رفتاری سے رینگتا رہتا ہے۔

(۶)

ہر شخص خوش تھا۔ کسان نے شہزادی کا شکریہ ادا کیا اور اپنی گندم لے کر اپنے کھیتوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر مچھیرے نے بھی شہزادی کا شکریہ ادا کیا اور اپنی مچھلیاں لے کر اپنے ٹھکانے کی طرف چل دیا۔

شہزادی نے چرواہے سے پوچھا:

"تم اپنے گھر کیوں نہیں جاتے؟"

"میرے والدین فوت ہو چکے ہیں، اور میرے پاس ایک ٹوٹا

پھوٹا جھونپڑا تک نہیں ہے۔ "

"تو پھر تم یہاں اپنے لئے ایک مکان بنا سکتے ہو۔ "

ذہین اور محنتی لڑکا جان توڑ محنت کرتا رہا اور اس طرح اس نے تین مہینے کے اندر سترہ کمروں والا ایک شان دار مکان بنالیا۔

"تم اتنے سارے کمرے کس طرح استعمال کروگے؟ " شہزادی نے سوال کیا۔

"مشرقی جانب کے آٹھ کمرے بوڑھی عورتوں اور بچوں کے لئے ہیں اور مغربی جانب کے آٹھ کمرے بے سہارا بوڑھے آدمیوں کے لئے ہیں۔ "

"اور درمیان میں جو بڑا والا کمرہ ہے؟ "

"وہ تمہارے لئے ہے۔ "

"تم کہاں رہوگے؟ "

"میں بچی ہوئی لکڑیوں اور گھاس پھوس سے اپنے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا بنالوں گا۔ "

"میں تو تم سے رخصت ہونے والی ہوں۔" شہزادی نے کہا۔ "

"تم کہاں جارہی ہو؟ "

"میں دنیا کے سب سے بہادر آدمی کو ڈھونڈنے جارہی

ہوں۔ "

"کس لئے؟"

"اس سے شادی کرنے کے لئے۔ "

چرواہا خاموش رہا۔

دیکھتے دیکھتے یہ خبر پورے گاؤں میں پھیل گئی' اور گاؤں کے تمام مرد' عورتیں اور بچے شہزادی کو رخصت کرنے کے لئے وہاں جمع ہو گئے۔ ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ شہزادی ان ہی کے ساتھ رہے' لیکن وہ مجبور تھے کیوں کہ گاؤں میں ایک بھی ایسا نوجوان نہیں تھا جو اس کا شوہر بننے کا اہل ہوتا۔

گاؤں کے تمام لوگ شہزادی کو رخصت کرنے کے لئے ایک فرسنگ کا پرپیچ راستہ طے کر کے "تین فرسنگ دریا" تک اس کے ساتھ چلتے رہے۔

جب وہ دریا کے کنارے پہنچے تو گاؤں والے نے دیکھا کہ وہاں کوئی پل نہیں بلکہ پتھر کی ایک ہموار سل پڑی ہوئی ہے۔ شہزادی نے پتھر کی سل پر پاؤں رکھا' اور چرواہا اس کا تھیلا اٹھائے ہوئے اس کے پیچھے چل پڑا۔

"اب تم واپس جا سکتے ہو۔ " شہزادی نے اس سے کہا۔

"میں دریا پار کرنے کے بعد تم سے رخصت ہو جاؤں گا۔ "

شہزادی نے تھیلے کو اپنے ہاتھ سے تھپتھپایا' اور آگے بڑھنے لگی۔

چرواہے نے محسوس کیا کہ اچانک تھیلے کا وزن بڑھتا جا رہا ہے۔ تھیلا اتنا بھاری ہو گیا کہ اس کا سارا جسم پسینے سے بھیگ گیا' لیکن وہ جیسے تیسے تھیلے سمیت دوسرے کنارے تک پہنچ ہی گیا۔

شہزادی نے ایک بار پھر تھیلے کو اپنے ہاتھ سے تھپتھپایا اور وہ ایک دم ہلکا ہو گیا۔

"اب تم گھر واپس جا سکتے ہو۔" شہزادی نے لڑکے سے کہا۔

"کیوں؟"

"مجھے دنیا کا سب سے بہادر آدمی مل گیا ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"وہ آدمی جو اپنے سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھتا ہے۔"

"کون ہے وہ آدمی؟"

"جس کا عزم و حوصلہ سب سے زیادہ پختہ ہے۔"

"آخر وہ کون ہے؟"

"تم کتنے احمق ہو! وہ آدمی تم ہی ہو۔"

"میں؟"

"ہاں، میں تم سے شادی کروں گی۔"

"واقعی؟"

چرواہے نے خوشی سے سرشار ہو کر تھیلا فضا میں اچھال دیا، جو دریا میں جا گرا۔

اس نے دریا سے تھیلا نکالنا چاہا، لیکن شہزادی نے اسے روک دیا۔

"اس کے بغیر میں کیسے زندگی گزاروں گا؟"

"تمہارے پاس دو ہاتھ ہیں اور دو ہاتھ میرے پاس بھی ہیں۔ ہم ہر کام کر سکتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا ہار گلے سے اتارا اور اسے بھی دریا میں پھینک دیا۔

گاؤں والوں نے جب یہ دیکھا کہ شہزادی اور چرواہا بانہوں میں بانہیں ڈالے واپس آ رہے ہیں، تو وہ سمجھ گئے کہ شہزادی نے اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ خوشی کے عالم میں دریا کے دوسرے کنارے پر کھڑے ہوئے انہیں واپس آتے دیکھتے رہے، اور ان کے بچے بھی اچھلنے کودنے لگے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو لوگوں نے ان دونوں کو اٹھا کر فضا میں اچھالنا شروع کر دیا، اور وہ یہ گیت گانے لگے:

ہوا آئے گی تو واپس بھی چلی جائے گی

سیاہ بادل دن بھر سورج کے سامنے نہیں رہ سکتے
جو محنت کرتا ہے، اسے اس کا پھل ضرور ملتا ہے
گھونگا دن بھر دھیرے دھیرے رینگتا رہتا ہے
رینگتا رہتا ہے، رینگتا رہتا ہے

(۷)

اس کے بعد سے شہزادی مشرقی سمندر کی جانب کبھی نہیں گئی۔ وہ چرواہے کے ساتھ بھیڑیں چرانے لگی، اور وہ دونوں ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔

قمری تقویم کے مطابق ہر سال دو فروری کو ڈریگن ملکہ ہر جگہ اپنی بیٹی کو ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ لیکن وہ اس تک نہیں پہنچ پاتی ہے اور روتی ہوئی واپس چلی جاتی ہے۔

ایک لوک گیت میں کہا گیا ہے: "دو فروری کو ڈریگن ملکہ اپنا سر اٹھاتی ہے۔" اس دن بارش ضرور ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ڈریگن ماں سیاہ بادلوں سے نیچے کی طرف جھانکتی ہے، اور اس کے آنسو بارش کی صورت زمین پر برسنے لگتے ہیں۔

مرغابیاں اور بطخیں

چھین مو

موسم سرما شروع ہوا تو خوب صورت مرغابیاں جنہوں نے موسم گرما قطب شمالی میں گزارا تھا' غول در غول جنوب کی طرف کوچ کرنے لگیں۔ وہ انتہائی دل کش اور حسین تھیں۔ ان کے سر گہرے سبز رنگ کے تھے اور ان کی آنکھیں ہیروں کی طرح چمکتی تھیں۔ ان کی گردن کے گرد سیاہی مائل سفید حلقے سچے موتیوں کے ہاروں کی طرح خوش نما تھے' اور ان کے پر سورج کی روشنی میں دمک اٹھتے تھے۔

سفر پر روانہ ہونے سے قبل انہوں نے اپنے پرانے پر بحر منجمد شمالی میں گرا کر نئے پر حاصل کر لئے تھے۔ ان کے جسم پر چربی کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں اور وہ بہت مضبوط اور توانا نظر آتی تھیں۔ دراصل ان تمام تیاریوں کے بغیر ان کے لئے ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرنا محال ہوتا۔

پرواز کے دوران نر مرغابی سب سے آگے ہوتا اور مادہ مرغابیاں اور بچے اس کے پیچھے ہوتے۔ وہ تمام خطروں کے خلاف پیش بندیاں کرتا تھا اور مسلسل چوکس رہتا تھا۔ وہ مسلسل پرواز کرتی رہیں' اور انہوں نے دنیا کے گرد آدھا فاصلہ طے کر لیا۔ اس دوران' جب ایک طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد ان پر تکان کا غلبہ ہونے لگتا تو وہ کسی دریا کے ریتیلے ساحل یا نرسلوں کے کسی جھنڈ میں اتر کر ستانے لگتیں' اور مچھلیوں کا شکار کر کے اپنا پیٹ بھرنے میں مصروف ہو جاتیں۔ جب وہ نیچے اترتیں تو یوں محسوس ہوتا جیسے دریا کے سفید دامن پر ہر طرف پھول ہی پھول بکھر گئے ہوں۔ لیکن وہ تھوڑی دیر بعد ہوا کے جھونکے کی طرح ایک بار پھر بادلوں کی طرف پرواز کر جاتیں۔

ایک شام وہ رات گزارنے کے لئے ایک دلدل میں اگے ہوئے نرسلوں کے جھنڈ میں اتریں۔ اچانک چند مرغابیوں کو ایک بڑے احاطے کی جانب سے اپنی دور کی رشتے داروں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ اس طرف بڑھیں۔ یہ پالتو بطخوں کا ایک غول تھا۔ یہ احاطہ بہت وسیع تھا اور اس کے اندر اونچے اونچے پیڑ کھڑے ہوئے تھے' اور وہاں بہت سارے مویشی بھی تھے' اس کے علاوہ ایک چھچھوندر بھی تھی جو زمین میں بل بنا کر رہتی تھی۔

مرغابیوں کی آمد سے ان کی رشتے دار بطخوں میں سراسیمگی

پھیل گئی اور وہ زور زور سے چیخنے لگیں، لیکن جب انہیں خطرے کی کوئی علامت نظر نہ آئی تو وہ خاموش ہو گئیں۔ چاروں طرف مدھم سی چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک موٹے بطخے نے مرغابیوں کو دیکھنے کے لئے اپنا سر باہر نکالا۔

"تمہاری شکلیں تو ہم سے ملتی جلتی ہیں، لیکن محسوس یہ ہوتا ہے کہ تم سخت محنت کرتی رہی ہو۔ کیا تمہیں ابھی اور آگے جانا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔" نر مرغابی نے جواب دیا، "ہمیں ابھی تقریباً ایک ہزار میل کا فاصلہ اور طے کرنا ہے۔ ہم ایک طویل فاصلہ طے کر کے بحر منجمد شمالی سے آئی ہیں۔"

"بحر منجمد شمالی؟ کیا یہ اس دلدل جتنا بڑا ہے؟"

"دلدل؟ بحر منجمد شمالی اس دلدل سے کروڑوں گنا بڑا ہے۔"

"کیا تمہیں وہاں تمہاری خوراک مل جاتی ہے، جیسے دریائی گھونگے، جھینگے؟"

"موسم گرما میں وہاں کھانے کی بہت ساری عمدہ چیزیں مل جاتی ہیں، اور مچھلیاں بھی بے شمار ہوتی ہیں۔ لیکن اب وہاں شدید سردی پڑ رہی ہے، اس لئے ہم موسم سرما جنوب میں گزاریں گی۔"

"تم زندگی میں اس قسم کا سفر ایک بار کرتی ہو یا دو بار؟"
"نہیں! ہمیں ہر سال سفر کرنا پڑتا ہے!"
"اوہ!" حیرت زدہ بطخے کے منہ سے چیخ نکل گئی، "یہ تو بڑے جان جوکھوں کا کام ہے۔ کیا تمہارے سارے گھر والوں کو، بچوں کو بھی اتنا طویل سفر طے کرنا پڑتا ہے؟ چچ چچ چچ!" موٹے بطخے نے ہمدردانہ لہجے میں کہا اور پھر حیرت اور افسوس کے ملے جلے جذبے سے اپنا سر ہلانے لگا۔ دوسری بطخوں کا بھی یہی تاثر تھا، اور انہیں اپنے رشتے داروں کی حالت پر بہت افسوس ہو رہا تھا۔
"لیکن ہم تو بہت خوش ہیں۔" نر مرغابی نے بطخوں کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ دوسری مرغابیوں کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بطخیں ان سے ہمدردی کا اظہار کیوں کر رہی ہیں۔ "ہم ہر وقت مصروف رہتی ہیں، لیکن ہمیں کسی قسم کی فکر یا پریشانی نہیں ہوتی۔ موسم گرما میں ہم انڈے دیتی ہیں اور انہیں سیتی ہیں۔ ہمارے بچے تیزی کے ساتھ بڑھتے ہیں کیوں کہ انہیں وافر خوراک ملتی ہے۔ موسم سرما شروع ہوتا ہے تو ہم انہیں جنوب میں لے جاتی ہیں۔ وہاں ہم کسی جھیل یا دریا کے کنارے اپنے گھر بنا لیتی ہیں۔ ہمیں اپنی خوراک ڈھونڈنے میں ذرا سی بھی دقت پیش نہیں آتی۔ جب بہار کا موسم شروع ہوتا ہے اور شمال کی طرف واپسی کا وقت آتا ہے تو ہمارے

بچے مضبوط اور جوان ہو چکے ہوتے ہیں۔ ''

''ہمیں یہ یاد نہیں کہ اب تک ہم کتنے پہاڑ دیکھ چکی ہیں' دریاؤں اور کھیتوں سے کتنی مقدار میں عمدہ خوراک حاصل کر چکی ہیں' اور کتنے میلوں کا فاصلہ طے کر چکی ہیں۔ '' نر مرغابی نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا' ''ہم مچھلیوں کو پکڑ سکتی ہیں' خواہ وہ کتنی ہی گہرائی میں تیر رہی ہوں۔ ہم بادلوں کے ساتھ کھیلتی ہیں' خواہ وہ آسمان پر کتنی ہی بلندی پر اڑ رہے ہوں۔ ہم حسب منشا جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔ بعض اوقات ہمارے بعض ساتھی کسی باز یا گدھ کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں یا تھکن سے مضمحل ہو کر کسی سمندر میں گر جاتے ہیں' لیکن اس کے باوجود ہم معمول کے مطابق ہر سال غول کی صورت میں اپنے سفر پر روانہ ہو جاتی ہیں' ہم کتنی خوش اور آزاد ہیں! اگر ہمیں ہمیشہ کسی ایک دلدل میں رہنا پڑے تو ہمارے بہت سارے ساتھی کڑھ کڑھ کر بیمار ہو جائیں۔ ''

لیکن یہ تمام باتیں سننے کے بعد بھی بطخیں بے یقینی سے اپنے سر ہلاتی رہیں۔ ایک بطخ نے ایک مرغابی کی طرف مڑتے ہوئے دھیرے سے پوچھا' ''کیا تم اپنے انڈے خود ہی سیتی ہو؟ ''

''اور کیا؟ کیا یہ کام باز کریں گے؟ تم تو عجیب باتیں کر رہی ہو! '' مرغابی نے کہا۔

"لیکن یہ تو بہت تکلیف دہ کام ہے۔" ایک دوسری بطخ نے ہمدردانہ لہجے میں تبصرہ کیا' "ہماری دادی اماں نے بتایا تھا کہ ہزاروں سال پہلے ہمارے اسلاف اسی طریقے پر عمل کرتے تھے' لیکن اب ہم نے اسے ترک کر دیا ہے۔ کھیلتے وقت ہم کسی بھی جگہ انڈے دے دیتی ہیں' اور پھر انہیں بھول جاتی ہیں۔ ہمیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ ہم ہر سال کتنے انڈے دیتی ہیں۔ تاہم' ہمیں ان کے بارے میں ذرا سا بھی تردد نہیں ہوتا' کیوں کہ 'آدمی' لوگ ان کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ انہیں سینے کا کام مرغیاں یا ایک قسم کی مشین انجام دیتی ہے' اور جلد ہی ان سے بچے نکل آتے ہیں جو ہمارے پاس آتے ہی ہمیں ماں کہہ کر پکارنے لگتے ہیں۔ دیکھا' ہمارے لئے ماں بننے کا عمل کتنا آسان ہوتا ہے۔ ہمیں تمہاری طرح اتنے طویل مرحلوں سے نہیں گزرنا پڑتا۔"

"تمہیں اتنی چھوٹی سی عمر میں اتنا طویل سفر کرنا پڑتا ہے؟" ایک چھوٹی بطخ نے ایک چھوٹی مرغابی سے کہا' "یہ تو بہت مشقت آزما کام ہے!"

چھوٹی مرغابی نے اپنا سر ایک طرف کو ڈھلکاتے ہوئے چھوٹی بطخ کی طرف حیرت سے دیکھا' اور کہا' "مشقت آزما کیوں؟ ہم ایک طویل عرصے تک اس کی مشق کرتے رہے ہیں۔ ہمیں تو بس اپنے پر پھڑپھڑانے پڑتے ہیں' اور اس طرح ہم فضا میں بلند ہو جاتی ہیں۔ پروں

کا اصل مصرف یہی ہے۔ "

"لیکن ہم تو صرف خوشی کا اظہار کرتے وقت اپنے پر پھڑپھڑاتی ہیں۔ " چھوٹی بطخ نے کہا' "مثال کے طور پر' اس وقت جب ہمارا مالک ہمیں چوگا دیتا ہے' یا جب ہم جھیل میں نہانے کے بعد کنارے پر واپس آتی ہیں۔ یقیناً 'ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ پر اڑنے کے لئے ہوتے ہیں' چناں چہ ہم جھیل میں چھلانگ لگاتے وقت چند فیٹ کا فاصلہ اڑ کر طے کرتی ہیں۔ لیکن ہم اتنی توانا نہیں ہیں کہ زیادہ بلندی پر اڑ سکیں۔ "

"تمہاری بھی کیا زندگی ہے!" نر مرغابی نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم تو خوشیوں سے بھرپور زندگی گزارتی ہیں!" بطخے نے احتجاج کرتے ہوئے کہا' "تم لوگ غیر متمدن ہو' اور زندگی کی آسائشوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔ تم سال بھر لمبے لمبے سفر کر کے خود کو ہلکان کر ڈالتی ہو' اور تمہیں خوراک تلاش کرنے کے لئے بہت جتن کرنے پڑتے ہیں۔ تمہاری زندگی کتنی قابل رحم ہے۔ دیکھو' ہم کس طرح زندگی بسر کرتی ہیں۔ یہ احاطہ ہماری مستقل رہائش گاہ ہے اور جھیل بھی یہاں سے چند ہی قدم کے فاصلے پر ہے۔ ہمیں اپنی خوراک یا ٹھکانا حاصل کرنے کے لئے پریشان نہیں ہونا

پڑتا۔ ہمیں پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا مالک ایک مقررہ وقت پر ہمیں چاول کی بھوسی اور پکے ہوئے چاول کھلانے آئے گا۔ دوسری صورت میں وہ ہمیں ہنکا کر باہر لے جاتا ہے' اور ہم اس کے پیچھے چلتی ہوئی کسی ایسی جگہ جا پہنچتی ہیں جہاں ہمیں کچھ نہ کچھ اناج کے دانے' دریائی گھونگے یا چھوٹی مچھلیاں ضرور مل جاتی ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارا مالک ہماری ضروریات پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔"

"ہمیں معلوم ہے کہ ہم جو انڈے دیتی ہیں' وہ انہیں اٹھا لے گا۔" اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا' "اگر ہم اپنے انڈوں پر نہیں بیٹھتیں تو یہ کوئی پریشان کن بات نہیں۔ اور آخر ہمیں آسمان پر جا کر مصیبت مول لینے کی کیا ضرورت ہے' جب کہ ہمیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ وہاں بہت سارے باز اڑتے رہتے ہیں؟ اگر ہم آسودہ حال ہیں تو ہمیں اتنے پاپڑ بیلنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ پوری دنیا میں اس سے اچھی دلدل کہیں نہیں ہوگی۔ ہماری پچھلی نسلیں یہیں پلی بڑھی تھیں۔ ہم میں سے کسی کو بھی اس سے اچھی جگہ کہیں نظر نہیں آئی۔ اور تم نے جن بڑے دریاؤں اور پہاڑوں کا ذکر کیا ہے' ہمارے خیال میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے! اگر اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ ہم میں سے کون زیادہ خوش ہے تو اس کی کسوٹی یہ ہے

کہ ہم میں سے کون زیادہ موٹا تازہ ہے۔ اسی سے سارا فرق عیاں ہو جائے گا!"

پھر انہوں نے ایک دوسری سے اپنی جسامت کا موازنہ کیا۔ ظاہر ہے، بطخیں مرغابیوں سے زیادہ فربہ تھیں اور ان کے جسم پر چربی کی موٹی تہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ چوں کہ وہ ہر وقت چلتی پھرتی رہتی تھیں، اس لئے ان کے پاؤں خاصے بڑے تھے۔ اسی طرح ان کی دمیں بھی بہت بھاری تھیں کیوں کہ وہ انہیں مستقل ہلاتی رہتی تھیں۔ تاہم، مرغابیوں کے بازو ان سے کہیں زیادہ مضبوط تھے کیوں کہ وہ مسلسل پرواز کرتی رہتی تھیں۔ چوں کہ انہیں ہمہ وقت آندھی، بارش اور برف باری کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا، اس لئے ان کے پٹھے بہت مضبوط ہو چکے تھے۔ اس پہلو سے مرغابیوں کو بطخوں پر برتری حاصل تھی۔ وہ بہت دیر تک ایک دوسری سے بحث کرتی رہیں، اور پھر یہ طے پایا کہ اس کا فیصلہ کسی ثالث پر چھوڑ دیا جائے۔

"اب تو خاصا اندھیرا چھا چکا ہے، اس لئے باہر جا کر ثالث ڈھونڈنے کا وقت نہیں رہا۔" ایک بطخ نے کہا، "ہمارے احاطے میں رہنے والا کتا بہت ذہین ہے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ نیچے لیٹ کر گیان دھیان میں مصروف ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی راتیں اسی طرح گزارتا ہے۔ وہ یقیناً خوشی کے اصل مفہوم سے واقف ہے۔ اس سے

بہتر فیصلہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ "

مرغابیوں نے ابھی تک کسی ایسے فلسفی کا ذکر نہیں سنا تھا' چناں چہ وہ اس سے ملنے کے لئے چل پڑیں۔ وہ اس جگہ پہنچیں جہاں کتا سو رہا تھا۔ ایک بطخ نے کتے کو جگا کر اپنا مدعا بیان کیا۔

"میں سونا چاہتا تھا۔ " کتے نے اپنی خواب آلود آنکھیں ملتے ہوئے بھاری آواز میں کہا' "لیکن چوں کہ یہ بحث خوشی جیسے اہم موضوع پر ہو رہی ہے' اس لئے میں اپنی غیر جانب دارانہ رائے ضرور دوں گا۔ خوشی کیا ہے؟ اس کا مطلب ہے آسودگی اور سکون۔ میری پرانی ہمسائیوں' بطخوں کی بود و باش پر نظر ڈالی جائے تو بلاشبہ انہیں زیادہ خوشیاں حاصل ہیں۔ انہیں کبھی برف باری' آندھی طوفان' تکان اور شکروں اور گدھوں کے خطرات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ میرے خیال میں یہ بات آسانی سے ہر ایک کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ " یہ کہہ کر کتا ایک بار پھر اونگھنے لگا۔

بطخیں بہت خوش تھیں۔ اچانک اندھیرے میں قریب ہی سے سبز رنگ کی دو شعاعیں چمک اٹھیں۔ یہ ایک بلی کی آنکھیں تھیں۔ وہ میاؤں میاؤں کرتی ہوئی ان کے پاس آئی' اور سنجیدہ لہجے میں بولی' "میں اس دخل اندازی پر معذرت خواہ ہوں' لیکن تم نے اس کتے کو اپنا ثالث کیوں بنایا؟ مالک نے آج تک اسے اس پھاٹک سے باہر نہیں

جانے دیا۔ پھر یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ باہر کی دنیا سے واقف ہو گا؟ میرے خیال میں میری معلومات زیادہ وسیع ہیں کیوں کہ میں اکثر چھتوں پر گھومتی رہتی ہوں' اور رہتی بھی جنگل میں ہوں۔ پہلے میں ایک پالتو بلی تھی لیکن میرا مالک مجھے مارتا پیٹتا تھا' اس لئے میں بھاگ کر جنگل میں چلی گئی۔ اس وقت میں سوکھی مچھلیوں اور چوہوں کی تلاش میں آئی ہوں' اور کل صبح واپس چلی جاؤں گی۔"

"یہ درست ہے کہ'" اس نے قدرے توقف کے بعد کہا' "پالتو بلی کو اپنا پیٹ بھرنے کے لئے کوئی تردد نہیں کرنا پڑتا' لیکن روز روز کی جھڑکیاں اور مار پیٹ کون برداشت کر سکتا ہے؟ یہ بڑی تذلیل آمیز بات ہے کہ کوئی میرے گلے میں پٹا ڈال کر مجھے ادھر ادھر کھینچتا پھرے۔ اگرچہ جنگل میں خوراک تلاش کرنا آسان نہیں ہوتا' لیکن وہاں آزادی اور خوشی کا بھرپور احساس ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب میں لومڑی کی طرح پھرتیلی بن جاؤں گی تو میرے لئے زندگی زیادہ سہل ہو جائے گی۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم بطخوں کے اجداد یہاں کس عالم میں موت کی بھینٹ چڑھتے رہے' کیوں کہ ان کی نگہبانی کا فریضہ میں ہی انجام دیا کرتی تھی۔ میری رائے میں مرغابیاں بطخوں سے زیادہ آسودہ حال ہیں۔"

اس نے ابھی اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ اسے کسی طرف سے

چوہوں کی کھڑبڑ سنائی دی ' اور وہ فوراً ان کی طرف دوڑ پڑی۔

بطخیں جو غصے سے کھول رہی تھیں ' کتے کو جگانا چاہتی تھیں تاکہ وہ ان کے حق میں دو چار دلائل دے سکے ' لیکن وہ خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔ چناں چہ وہ بے چینی کے عالم میں زور زور سے چیخنے لگیں۔

شور سن کر چھچھوندر اپنی پناہ گاہ سے باہر نکلی ' اور بطخوں کی زبانی پورا واقعہ سننے کے بعد اس نے ثالث کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کر دیں۔

چھچھوندر نے دھیرے دھیرے اپنی مونچھیں سہلاتے ہوئے بھاری بھرکم لہجے میں کہا ' ''میں اس خوشی سے آشنا ہوں جو کام کر کے حاصل ہوتی ہے کیوں کہ میں اکثر اپنے پنجوں سے بل کھودتی رہتی ہوں۔ بلاشبہ ' مرغابیوں کو خوشیاں میسر ہیں۔ وہ جہاں چاہیں جا سکتی ہیں ' اور اپنی خوراک آپ تلاش کر سکتی ہیں۔ لیکن کسی کو کوئی کام کرتے وقت غیر ضروری خطرہ مول نہیں لینا چاہئے۔ مجھے کہیں سے ہلکی سی بھی آواز سنائی دیتی ہے تو میں فوراً بھاگ کر اپنے بل میں چھپ جاتی ہوں۔ اس طرح میں خود کو ہر خطرے سے محفوظ رکھتی ہوں۔ بلاشبہ ہر ایک کی زندگی میں خوشی کے ساتھ الم بھی پنہاں ہوتا ہے ' لیکن چوں کہ بطخوں کو مقابلتاً بہت کم خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ' اس

لئے میری رائے میں وہ مرغابیوں سے زیادہ آسودہ حال ہیں۔"

یہ سن کر مرغابیاں غصے سے پیچ و تاب کھانے لگیں، جبکہ بطخیں خوشی سے پھول کر کپا ہو گئیں۔ اچانک سامنے ایک اونچے پیڑ پر بیٹھا ہوا ننھا پرندہ بول اٹھا، "چھچھوندر کی باتوں پر کان مت دھرو! اس بزدل کو کیا معلوم کہ خوشی کا مفہوم کیا ہے۔ میری رائے میں مرغابیاں زیادہ آسودہ حال ہیں، اور بطخوں کی زندگی قابل رحم ہے۔"

یہ تبصرہ سن کر بطخوں کو اتنا غصہ آیا کہ انہوں نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا۔ نتیجتاً کہن سال پیڑ کو بھی اس گفتگو میں شریک ہونا پڑا، "آخر یہ گرما گرمی کس بات پر ہو رہی ہے؟"

بطخوں اور مرغابیوں نے پیڑ کو اس بحث کے پس منظر سے آگاہ کیا۔ کہن سال پیڑ نے اپنی شاخوں کو جھلاتے ہوئے مدبرانہ اور پر سکون لہجے میں کہا، "سچی خوشی اسے حاصل ہوتی ہے جو دلیر ہوتا ہے اور فراغت اور آسائش سے نفرت کرتا ہے۔ میں خوشی کے متلاشی ایسے بے شمار لوگوں کو دیکھ چکا ہوں جن کی تابانی اور خوشی صرف چند لمحوں پر محیط ہوتی ہے۔ وہ بہت جلد فنا ہو جاتے ہیں۔ میں یہاں سیکڑوں سال سے کھڑا ہوا ہوں، اور کامیابی کے ساتھ بے شمار آفتوں کا مقابلہ کر چکا ہوں! چونکہ میری جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پیوست ہیں، اس لئے میں باد و باراں، برف باری، قحط سالی یا کسی بھی دوسری آفت کا سامنا

کرنے کی بھرپور استعداد رکھتا ہوں۔ مرغابیوں کا طرز زندگی بالکل درست اور مناسب ہے۔ جو بھی اس طرز زندگی کو اپنائے گا' کامیاب و کامراں رہے گا۔ "

تمام مرغابیاں اثبات میں سر ہلانے لگیں۔ اچانک پیڑ سے چمٹی ہوئی امربیل نے تنک کر کہا' "میرے خیال میں بطخیں مرغابیوں سے زیادہ آسودہ حال ہیں۔ خوش حال زندگی بسر کرنے کے لئے دلیری یا سخت کوشی کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں نہ تو دلیر ہوں اور نہ ہی سخت کوشی کو پسند کرتی ہوں' لیکن میں چالاک ضرور ہوں۔ میں ہمیشہ اسی پیڑ سے چمٹی رہنا چاہتی ہوں۔ اس کی جڑیں گہرائیوں میں پیوست ہیں' لیکن میں نے اس کے تنے کے اندر بہت کم گہرائی تک اپنی جڑیں پھیلا رکھی ہیں۔ چناں چہ جب تک یہ زندہ رہے گا اس وقت تک میں بھی زندہ رہوں گی۔ مجھے نہ تو سورج کی تپش جھلسا سکتی ہے' اور نہ ہی آندھی نیچے گرا سکتی ہے۔ آسودہ حالی کے لئے زیادہ تگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ "

"بطخیں بھی چالاک ہیں جب ہی تو وہ بے فکری کی زندگی گزار رہی ہیں۔ جہاں تک موت کا تعلق ہے' نہ تو بطخیں ہمیشہ زندہ رہیں گی اور نہ ہی مرغابیاں۔ جب یہ بوڑھا پیڑ فنا ہو جائے گا تو اس کے ساتھ میں بھی ختم ہو جاؤں گی۔ تاہم ابھی وہ وقت بہت دور ہے۔ " یہ کہتے ہوئے

امر بیل نے چھچھورے انداز میں قہقہہ لگایا۔ اس کا سرد قہقہہ بہت دیر تک فضا میں گونجتا رہا۔ یہ دیکھ کر کہن سال پیڑ غصے سے تھرا اٹھا۔

سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا' اور گھروں میں سوئے ہوئے آدمی بیدار ہو چکے تھے' لیکن اس کے باوجود بطخوں اور مرغابیوں کے درمیان بحث ابھی تک تصفیہ طلب تھی۔ نرسلوں کے جھنڈ میں آرام کرنے والی مرغابیاں ترتیب وار اوپر کی طرف اڑنے لگیں' اور یہ دیکھ کر احاطے میں آنے والی مرغابیاں بھی ان کے ساتھ جا شامل ہوئیں۔

بطخوں نے انہیں روکنے کی کوشش کرتے ہوئے بلند آواز میں پکار کر کہا' "ابھی مت جاؤ! ہم تمہیں اور بہت سی باتیں بتائیں گی کہ ہمیں کس قدر خوشی اور آسودگی حاصل ہے۔"

لیکن مرغابیوں نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی' اور وہ تیزی کے ساتھ آسمان کی طرف اڑ گئیں۔ انہوں نے نیچے کی طرف نظر ڈالی تو دیکھا کہ احاطے میں آدمی لوگ چند بطخوں کو ذبح کر رہے ہیں۔ ان کے پاس گرم پانی سے بھرا ہوا ایک تسلا تھا' اور سامنے زمین پر لکڑی کا ایک کندہ اور ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ جب وہ کسی بطخ کو ذبح کرتے تو اس کی گردن نیچے لٹکا دیتے' اور اس کا سرخ سرخ خون پیالے میں گرنے لگتا۔

"ماما' بابا!" ایک چھوٹی مرغابی خوف سے چلّا اٹھی' "یہ ان کے

ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"آدمی لوگ انہیں ذبح کر رہے ہیں۔"

"بے چاری بطخیں!" چھوٹی مرغابی نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا' "افسوس' ہمیں یہ کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں ہمیں مخاطب کر کے کیا الفاظ ادا کئے ہوں گے۔"

"ہمیں اس کی ضرورت بھی نہیں ہے' میری بچی۔" اس کی ماں نے کہا' "بود و باش کے مختلف اطوار سے فہم و ادراک کے مختلف انداز جنم لیتے ہیں۔ جنگلوں میں رہنے والے جان دار کتے' چھچھوندر یا ہماری پس ماندہ رشتے داروں جیسا موقف کبھی اختیار نہیں کر سکتے۔ ہمیں ان کی باتوں پر کان دھرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہمیں تو بس اپنے راستے پر سفر کرتے رہنا چاہئے۔"

"چھوٹی بطخیں ابھی تک زندہ ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ انہیں اپنے ساتھ لے چلیں۔" چھوٹی مرغابی نے اداس لہجے میں کہا۔

"اب وہ اڑنا بھول چکی ہیں' لیکن میری بچی' تمہیں پوری محنت کے ساتھ پرواز کرنی چاہئے۔"

مرغابیوں نے اپنی رفتار تیز کر دی' اور وہ دیکھتے دیکھتے خوش نما بادلوں کے قریب پہنچ گئیں۔

孔雀的焰火
中国童话选
阿法兹·拉赫曼译
蔡　荣插图
*
外文出版社出版
（中国北京百万庄路24号）
外文印刷厂印刷
中国国际图书贸易总公司
（中国国际书店）发行
北京399信箱
1987年（36开）第一版
编号：（乌）10050—1252
00360
10—U—2079P